قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المُرشِد

لاہور

تصوف کیا نہیں؟

تصوف کیلیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقی دِلانے کا نام تصوف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے، نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دُور کرنے کا نام تصوف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے، نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کُشا اور حاجت رَوا سمجھنا تصوف ہے، نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مُرید کی پُوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباعِ سُنّت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اُترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوفِ اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

(دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

جمعہ کی چھٹی

قرآن حکیم میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا حکم خاص اہتمام سے اور خاص ترتیب سے ہوا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

۱ یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوہ من یوم الجمعتہ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع

یعنی اے اہل ایمان جب جمعہ کی نماز کے لئے اذان ہو تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت۔

مفسرین یہاں اللہ کی یاد سے مراد خطبہ جمعہ لکھتے ہیں۔

یہاں صاف حکم ہے کہ خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر جمعہ کے روز چھٹی ہو تو خرید و فروخت چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ چھوڑا اس وقت جائے گا جب پہلے وہ کام کر رہے ہو۔ لہذا جمعہ کو چھٹی ہوئی تو خرید و فروخت کر ہی نہیں رہے ہو پھر چھوڑو گے کس کو۔ لہذا جمعہ کی چھٹی اللہ کریم کے اس قطعی حکم کی تعمیل سے محروی کا ایک موقعہ پیدا کرتا ہوا۔ یا یوں کہئے کہ اللہ کے اس حکم کی تعمیل سے بچنے کا ایک بہانہ بنا لیا گیا۔ یہ تو خود فریبی ہوئی۔

۲۔ پھر حکم ہے فاذا قضیت الصلوہ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔

یعنی جب نماز ہو چکے تو پھیل جاؤ زمین میں اور ڈھونڈو اللہ کا فضل۔

مفسرین کی یہاں اللہ کے فضل سے مراد یہ ہے کہ روزی تلاش کرو۔ کاروبار کرو۔ اگر جمعہ کو چھٹی ہو تو اس حکم کی تعمیل کی کیا صورت ہو گی کیونکہ روزی تلاش کرنے کی صورت کاروبار ہی تو ہے۔ چھٹی ہوئی تو کاروبار کیسے ہو گا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے حکم سے بچنے کی یہ دوسری صورت ہے یہ تو خود فریبی کے ساتھ خدا فریبی کی صورت بھی بنتی ہے۔ ان دو احکام میں جو دقیق نکات اور عظیم حقیقت پائی جاتی ہے وہ کماحقہ تو اہل بصیرت علمائے ربانی ہی جانتے ہیں مگر مجھ جیسے عام مسلمان کو اس میں یہ حکمت نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے روز مسلمان کو ایک خاص قسم کی تربیت دیکر اس کی سیرت میں ایک خاص وصف پیدا کرنے کا سلیقہ اور گر سکھا رہے ہیں۔

یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ آدمی ایک کام میں مصروف ہے اور کام بھی بڑا اہم ہے۔ لیکن اس دوران اس کام کے اہم تر کام کرنے کی صورت پیدا ہو تو وہ لازماً پہلے اہم کام کو چھوڑ دے گا اور اگر نیا کام پہلے کام سے کم اہمیت رکھتا ہے تو وہ پہلا کام جاری رکھے گا دوسرے کام کی پروا نہیں کرے گا۔

تو یہاں پہلے حکم میں یہ تربیت دی جا رہی ہے کہ حلال روزی کمانا یقیناً" ایک اہم کام ہے مگر اللہ کی طرف سے بلاوا آئے تو روزی کمانے کے اس اہم کام کو ترک کر دینا لازمی ہے کیونکہ دوسرا کام اس پہلے کام سے اہم تر ہے۔

اگر جمعہ کو چھٹی کر دی جائے تو مومن کی سیرت سازی کے اس پہلو کی تعمیر کا موقعہ ہی نہیں ملے گا۔ تو کیا جمعہ کو چھٹی کرنا مومن کو کماحقہ مومن بننے سے روکنے کا ذریعہ نہیں۔

جہاں تک دوسرے حکم کا تعلق ہے اس میں یہ حکمت نظر آتی ہے کہ یہ سکھایا جا رہا ہے کہ عبادات منصوصہ کے بعد رزق حلال کی تلاش بھی عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ نہ ہو مومن نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد کسی فضول شغل میں لگ جائے اگر جمعہ کو چھٹی ہوئی تو اس حکم کی تعمیل کا موقع بھی ہاتھ سے گیا۔

برائے کرم ان دو اشکال کو مد نظر رکھتے ہوئے جمعہ کی چھٹی کے متعلق شرعی نقطہ نگاہ سے فیصلہ فرمائیں۔ ایسا نہ ہو کہ عوام کی توانائیاں اور قیمتی وقت ایسے کام میں ضائع نہ ہوتا رہے جو شریعت میں مطلوب نہیں۔

حافظ عبدالرزاق (ایم۔ اے)

ولائیت خاصہ

ریٹائرڈ کرنل مطلوب حسین

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

یہ وہ شعر ہے جو حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تقریر کے شروع میں پڑھا کرتے تھے میں نے جو آیتہ کریمہ قرآن کریم سے آپ کے سامنے تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ ایک اعلان فرماتے ہیں اللّٰہ ولی الذین امنوا۔ اللہ تعالیٰ ہر اس بندے کے ولی اور دوست ہیں جو ایمان لایا یعنی ہر صاحب ایمان اللہ کا ولی ہے اور جب اس کو یہ ولایت الٰہی حاصل ہوتی ہے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے؟ یخرجھم من الظلمت الی النور اللہ تعالیٰ اسے ظلمتوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتے ہیں۔ روشنی ایک جبکہ ظلمتیں بے شمار ہیں باطل عقائد کی ظلمتیں، جہالت کی ظلمتیں، کفرو شرک کی ظلمتیں یہاں شرط ولایت ایمان ہے یعنی جنہوں نے لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھ لیا زبان سے اقرار کیا اور دل سے تصدیق کی یاد رہے کہ ایمان کے لئے قلبی تصدیق کا ہونا اشد ضروری ہے تب ہی بندہ اللہ تعالیٰ کی مردم شماری میں صاحب ایمان شمار ہوتا ہے۔ اور ہاں قلبی کیفیت کو وہ ذات خود ہی جانتی ہے یہ کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہوتا جو بھی کلمہ پڑھتا ہے ہم تو اس پر اسلام لانے کا حکم لگا دیتے ہیں۔

یہ ولایت ایسی کیا چیز ہے؟ یہ ایک قلبی کیفیت کا نام ہے جس کے لئے شارح نے کوئی الفاظ وضع نہیں کئے جو الفاظ کے اندر بیان ہی نہیں کی جاسکتی لیکن اس کے اثرات صاحب ایمان کی عملی زندگی میں دیکھے جاسکتے ہیں کہ جس صاحب ایمان کو اللہ کی ولایت نصیب ہوتی ہے وہ اپنی رائے کھو بیٹھتا ہے اپنی پسند ختم کر دیتا ہے حتیٰ کہ اپنے آپ کو بھی ہار دیتا ہے اس کی پسند وہ ہے جو اللہ کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند ہے اس کی رائے وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی رائے ہے یعنی وہ مرضیات باری کے اندر فنا ہو جاتا ہے۔ یوں تو اللہ کی ساری مخلوق کو کسی نہ کسی درجہ میں اللہ کے ساتھ ایک تعلق نصیب ہے۔ اس کی تسبیح بیان کرتی ہے اپنے اپنے انداز میں اس کے ہاں سجدہ ریز ہوتی ہے۔ تسبیح سب کی ایک ہے سبحان ربی الاعلی لیکن انسان کو جو معرفت باری نصیب ہوتی ہے وہ شعوری طور پر نصیب ہوتی ہے یعنی وہ سوچ سمجھ کر اس کی معرفت حاصل کرتا ہے ساری مخلوق تو حاکم کے حکم کی پابند ہے یہ حاکم کے جمال کا طالب ہے تو عالم انسانیت میں ولایت الٰہی کا اعلیٰ ترین درجہ اگر کسی ہستی کو نصیب ہے تو وہ صرف ایک ہیں اور وہ ہیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم جن کو ولایت الٰہی اور قرب الٰہی کا اعلیٰ ترین درجہ حاصل ہے پھر آگے جو ولایت چلتی ہے یہ آپ کے ساتھ تعلق کی بنا پر چلتی ہے جن خوش نصیبوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے قلب اطہر سے براہ راست جلا ملی وہ انبیائے کرام کے بعد پوری انسانیت میں سب سے بلند درجہ پر فائز ہو گئے یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ شرط کیا تھی؟ صرف ایمان اور صحبت۔ جو بھی ایمان لا کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان کو چند لمحوں کی صحبت ملی یا ایک نگاہ نصیب ہو گئی تو کچھ ایسی کیفیات، کچھ ایسی تجلیات باری تعالیٰ کچھ ایسے انوارات آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے نکلے اور سیدھے صحابہؓ کے قلوب میں پہنچ کر ان کا مکمل تزکیہ کر گئے۔ نفس امارہ سے اٹھا اور تزکیہ کی ساری منزلیں طے کرتا ہوا مرضیہ پر پہنچ گیا۔ یہ بڑے خوش نصیب انسان تھے جن کے بارے میں آج بھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ ہم جمعتہ المبارک کے خطبہ میں خطیب حضرات سے سنتے ہیں۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلو نھم ثم الذین یلونھم کہ اس کائنات نے جتنے زمانے دیکھے ہیں اس میں بہترین زمانہ میرا ہے جس میں صحابہؓ کرام موجود ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد کوئی ماں کا جایا صحابیت کے درجہ کو نہ پا سکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اس دار دنیا میں بحالت ایمان صحابیت کے لئے شرط تھی۔

تو اس زمانہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون قرنی فرمایا۔ پھر فرمایا ثم الذین یلونھم پھر وہ دور جو اس کے ساتھ ملحق ہے یعنی تابعین کا دور جنہوں نے صحابہ کرام کے قلوب سے روشنی حاصل کی وہاں بھی شرط وہی رہی حالت ایمان اور صحبت۔ ان کے قلوب بھی اسی طرح پاک ہوئے جیسے صحابہ کرامؓ کے قلوب ہوئے جو بہت ہی طاقتور تھے ان میں بڑی روحانی قوت تھی کیونکہ ان کو براہ راست آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے جلا ملی تھی مگر فرمایا ثم الذین یلونھم پھر اس کے بعد تبع تابعین کا دور آتا ہے ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ حالت ایمان کے ساتھ کسی تابعی کے پاس جو پہنچا اس کے قلب سے اس کی صحبت میں بیٹھنے میں وہ کیفیات وہ تجلیات وہ انوارات جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائی تھیں تقسیم فرما رہے ہیں اور رہتی دنیا تک تقسیم فرماتے رہیں گے وہ ان کو بھی نصیب ہوئیں اور یہ سلسلہ تزکیہ کا جو فرائض نبوت ہی سے ہے اسی طریقے سے چلا جہاں ہمارے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نقل در نقل ہو کر آئیں اور آج اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں وہاں تزکیہ یا برکات نبوت بھی سینہ بہ سینہ منتقل ہوئیں ان کو سب سے پہلے حاصل کرنے والے صحابہ کرامؓ تھے ان کے بعد تابعین اور ان کے بعد تبع تابعین یہ وہ دور ہے جسے خیر القرون کا دور کہا جاتا ہے جو تقریباً تین سو سال پر محیط ہے یہ یاد رہے کہ شریعت مطہرہ اور طریقت ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے جوں جوں آپ شریعت مطہرہ پر کاربند ہوتے چلے جائیں گے توں توں باطنی کمالات کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے یہ دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔

یہ جاہلوں کا مسئلہ ہے کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں ایک محفل میں کسی نے کہا کہ ہمارے پیر صاحب تو ماشاء اللہ مکتہ المکرمہ میں جا کر نمازیں پڑھتے ہیں ہم نے تو کبھی ان کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا تو حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ٹکرؔ (روٹی) وہاں سے کیوں نہیں کھا کر آتے وہ بھی وہیں سے کھا آیا کریں یہ سب جاہلوں کے مسئلے

ہیں کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے میرے دوستو! یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اوھر تعلیمات حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو Does اور Do'nts ہیں یہ شریعت مطہرہ ہے اوھر طریقت وہ برکات ہیں جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر سے جاری ہوئیں خیر القرون کے خوش نصیبوں کو ان برکات کے حصول کے لئے کوئی محنت مجاہدہ نہیں کرنا پڑا۔ شرط صرف یہ تھی کہ حالت ایمان میں اگلے کی صحبت میں جانا وہاں تک معاملہ وہی طور پر چلتا رہا اس کے بعد زمانے کا بعد در آیا آفتاب نبوت کو غروب ہوئے تین سو سال گزر گئے تو قلوب میں اب وہ قوت نہ رہی کہ صرف صحبت میں بیٹھنے سے تزکیہ باطن کا وہ درجہ مکمل طور پر حاصل کیا جا سکے اس وقت کے اللہ کے برگزیدہ بندوں نے اس بات کو بھانپ لیا کہ اب کچھ محنت مجاہدے کرنا ہوں گے ذکر اللہ Excercises کرنا ہوں گی یہ تصوف کے سلاسل خیر القرون کے دور کے بعد کی پیداوار ہے جب ان کی ضرورت محسوس ہوئی اس وقت ان کو منظم کیا گیا۔ اس سے پہلے ان کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ برکات نبوت خیر القرون کے دور میں ایک طاقتور قلب سے دوسرے میں منتقل ہو جاتی تھیں صرف صحبت میں بیٹھنا کافی تھا۔ اب جن اللہ کے بندوں نے تعلیمات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل کیا اور اپنے سینوں سے محنت اور مجاہدہ کر کے وہ انوارات و تجلیات وہ کیفیات بھی اخذ کیں اور ان دونوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ برکات آگے تقسیم کرنے کی بھی جرات رندانہ عطا فرمائی ان کو ہم مشائخ کہتے ہیں۔ جو شیخ کی جمع ہے خیر القرون کے دور کے بعد سے تقریباً" ۱۱۰۰ ہجری تک ایسے ایسے روشنی کے مینار ملتے ہیں حضرت پیران پیرؒ کو دیکھیں حضرت جنید بغدادیؒ کو دیکھیں۔ کتنے نام ہیں جو آپ لیتے چلے جائیں۔ آپ برصغیر میں آ جائیں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو، ان کے خاندان کو دیکھیں۔ حضرت داتا گنج بخشؒ لاہور والوں کو دیکھیں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ جو اپنے زمانے کے غوث تھے۔ جن کا مدفن لاہور شاہی قلعے کی دیوار کے نیچے ہے اور جسے بتانے سے آپ منع فرماتے ہیں یہ سب مشائخ حضرات تھے۔ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر دو لاکھ ہندو مسلمان ہوئے۔ جو بھی مشائخ کرام کی محفل میں گیا محروم نہ رہا۔ یہ ہمارے اس دور کا المیہ ہے کہ ہم اس ضرورت سے ہی بے اعتنا ہو گئے اس سے پہلے کسی بزرگ کی سوانح حیات اٹھا کر دیکھیں تو اس میں ہمیں نظر آتا ہے کہ اس اللہ کے بندے نے فلاں جگہ سے دورہ حدیث پڑھا دورہ قرآن پڑھا پھر فلاں بزرگ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور ان سے اللہ اللہ سیکھا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حضرت مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس جایا کرتے تھے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ تو بہت بڑے عالم ہیں سات برس کی عمر میں آپ حافظ قرآن تھے۔ دین پر آپ نے جو قلم اٹھائی تو کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا آپ کی ۱۲۰۰ تصانیف ہیں تو آپ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کیوں جاتے ہیں وہ تو اتنے بڑے عالم نہیں ہیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بڑا خوبصورت جواب دیا کہ سنو بات یہ ہے کہ جب ہم ان کے پاس جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ مٹھائی پڑی ہے کھاؤ اور ہمیں صرف مٹھائیوں کے نام آتے ہیں ان کے پاس حقیقت ہے ہمارے پاس صرف الفاظ ہیں ہماری اس بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہے کہ ظاہری علوم میں جتنا کوئی بڑا فاضل ہو گیا وہ افتراق و تشتت کا شکار ہو گیا کیونکہ جب اس نے اللہ اللہ نہیں سیکھا جب اس نے تزکیہ کی طرف توجہ نہ کی تو ظاہری علم اس کے لئے حجاب بن گیا

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک قائم و دائم ہے جہاں آپ کی تعلیمات باقی رہیں گی وہاں برکات نبوت بھی قیامت تک رہیں گی کیونکہ یہ بھی نبوت کا حصہ ہیں وہ یزکیھم فرائض نبوت میں سے ہے اور ہم دور نبوت میں ہیں یہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دور ہے اس میں جہاں آپ کی تعلیمات چلیں گی وہاں برکات بھی چلیں گی ایسے لوگ آتے رہیں گے جو ان برکات کے حامل ہوں گے اور جو ان برکات کو بانٹنے والے ہوں گے۔

حضرت مولانا اللہ یار خاں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جنہوں نے اس دور کے اندر سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تجدید کی اور ان کے بعد اب حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ' العالی ہیں جو ان کے جانشین ہیں۔ یہ مشائخ کی لڑی حضرت صدیق اکبرؓ سے چلی آ رہی ہے اب اس امت کے اندر کسی خوش نصیب کو بھی کسی وقت یہ خیال آیا کہ میں بھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہوں مجھے بھی چاہیے کہ میں آپؐ کی برکات کو حاصل کروں آپؐ کی تعلیمات کو حاصل کروں اس عزم کے ساتھ کسی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا ان کی مجلس میں بیٹھا ان کی باتوں کو سنا۔ اور ان کی قلبی کیفیات کا کوئی پر تو اس کے قلب پر بھی پڑا تو ایسے بندے کے اندر اتباع رسالت کا جذبہ بیدار ہو گیا۔

لیکن یہ اس کا حال نہ بن سکا۔ حال بننے کے لئے اسے باضابطہ طور پر شیخ کے ساتھ ایک نسبت پیدا کرنا ہو گی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینا ہو گا اور باہم وعدے ہوں گے اسے بیعت کہتے ہیں جو ون وے ٹریفک نہیں ہے بلکہ ٹو وے ٹریفک ہے کہ جب کسی ایسے بندے کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تو اس نے یہ وعدہ کیا کہ میں تیری تربیت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی روشنی میں کروں گا اور وہ کیفیات جو مجھے عطا ہوئی ہیں تیرے سینے کے اندر بھی منتقل کروں گا اور جو بیعت ہو رہا ہے وہ یہ وعدہ کرتا ہے میں آپ کی اطاعت کروں گا آپ کی صحبت اختیار کروں گا اور ان کیفیات کو حاصل کرنے کے لئے پورے خلوص سے کوشش کروں گا یہ بیعت کی ساری حقیقت ہے یہ بیعت نہیں ہے کہ میری نمازیں بھی پیر صاحب پڑھیں گے میرے روزے بھی پیر صاحب رکھیں گے میرے لئے پل صراط پر سے بھی پیر صاحب ہی گزریں گے اور میں سال چھ ماہ بعد کچھ پیسے ان کی نذر کر جاؤں گا تو اب جب اس بندے کو یہ چیز حاصل ہو گئی عقائد درست ہوئے جذبہ اتباع بیدار ہوا تو اس نے چاہا کہ یہ چیز میرا حال بن جائے حال وہ چیز بنتی ہے جو عملی زندگی کے اندر آ جائے اگر آپ نماز کے بارے میں بہت سے مسائل جانتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے تو یہ آپ کے پاس نماز کے بارے میں صرف اطلاعات ہیں علم نہیں ہے علم وہ ہوتا ہے جو پریکٹیکل لائف Life کے اندر آ جائے زندگی کا حصہ بن جائے جس کے لئے تین شرائط ہیں۔

(۱) صحبت۔ صحابہ کرامؓ نے سب کچھ صحبت رسولؐ سے پایا۔

(۲) اطاعت۔ قرآن و سنت کی روشنی میں دیئے گئے ہر حکم کی دل و جان سے اطاعت کرے۔

(۳) ذکر اللہ کی کثرت۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے شرط ہی کثرت کی لگائی ہے اب یہ ذکر کونسا ہے سب سے پہلے ہم نے دیکھنا ہے کہ کس ہستی کو ذکر اسم ذات سب سے پہلے کرنے کا حکم مل رہا ہے سورت مزمل دیکھئے اللہ کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع نبوت میں مخاطب کر کے فرماتے ہیں ان لک فی النھار سبحا طویلا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں جانتا ہوں

کہ ہر آنے والا سورج آپ کے لئے بہت مشقتیں لے کر آتا ہے لیکن اس سب کے باوجود واذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا یہ جو میرا اسم ہے یہ جو میرا پاک نام ہے یہ جو میرا ذاتی نام ہے "اللہ" اس کی رٹ لگایا کر اس کا تکرار فرمایا کر اے اللہ کب تک؟ جب تک تجھے تبتل حاصل نہ ہو جائے یہ ہم پوری دنیا سے کٹ کر اس جگہ بیٹھے ہوئے ہیں اور اللہ کا نام لے رہے ہیں گویا کہ ہم نے دنیا سے تبتل حاصل کر لیا۔ جس تبتل کا حکم آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جا رہا ہے وہ ہے دل کا تبتل کہ اللہ اللہ اتنا کر کہ تیرے دل سے غیر اللہ کی صورت محو ہو جائے اور محض اللہ کا نام رہ جائے بقول صوفیہ "خلوت در انجمن" اب جب اللہ پاک ہم سے مخاطب ہوتے ہیں تو فرماتے ہیں۔ یاایھا الذین امنو اے ایمان والو! یاد رہے کہ تزکیہ کے لئے ایمان شرط ہے تعلیمات حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرنے کے لئے ایمان شرط نہیں ہے کیونکہ وہ تحریری طور پر ہمارے پاس موجود ہیں کوئی کافر بھی قرآن پڑھ سکتا ہے حدیث پڑھ سکتا ہے فقہ پڑھ سکتا ہے مستشرقین نے کیا کچھ نہیں کیا لیکن تزکیہ کے لئے ایمان کے ساتھ صحبت شرط ہے برکات الٰہی ان کو نصیب ہوئیں جو حالت ایمان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں حاضر ہوئے تو فرمایا اے ایمان والو اذکر اللہ ذکرا کثیرا اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرو یعنی تمہاری چوبیس گھنٹے کی زندگی میں جو کام سب سے زیادہ ہو وہ میرا ذکر ہو۔ تو کیا یہ کثرت ذکر لسانی سے حاصل ہو سکتی ہے ہرگز نہیں کوئی بندہ ۲۴ گھنٹے زبان سے اللہ اللہ نہیں کر سکتا۔ زبان اس کی متحمل نہیں ہو سکتی ہم نے دنیا کے کاروبار بھی تو کرنا ہیں حکومت اور سلطنت کے کام بھی کرنا ہیں کاروبار حیات بھی چلانا ہے تو یہ کثرت ذکر اس وقت حاصل ہو گی جب آپ کا یہ لطیفہ ربانی جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس پمپنگ اسٹیشن کے اندر رکھا ہے اس خون اور گوشت کے لوتھڑے کے اندر رکھا ہے جب وہ اللہ سے آشنا ہو گا اور اللہ اللہ کرنا شروع کرے گا تو یہ کثرت ذکر تب حاصل ہو گی۔ آپ اکیسواں پارہ شروع سے دیکھیں اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں قل ما اوحی الیک من الکتاب اے میرے حبیب یہ کتاب جو وحی کے ذریعے آپ کے قلب اطہر پر نازل ہوتی ہے اس میں سے تلاوت فرمایئے واقیمو الصلوہ اور نماز قائم کریں۔ پھر نماز کی خصوصیات اللہ کریم بیان فرماتے ہیں ان الصلوہ تنھی عن الفحشاء والمنکر کہ بے شک نماز تمام بے حیائی اور منکرات کو چھڑوا دیتی ہے اس سب کے بعد فرمایا ولذکر اللہ اکبر لیکن یاد رکھنا اللہ کا ذکر ان سب سے بڑا ہے اکبر۔ اسم تفصیل کا صیغہ ہے اس ذکر اللہ پر بے شمار انعامات قرآن کریم گنواتا ہے مثلاً"

(۱) فاذکرونی اذکرکم میرے بندے تو مجھے یاد کر میں تجھے یاد کروں گا۔ نقد انعام۔ ادھر آپ نے اللہ کو بھری محفل میں یاد کیا اللہ نے آپ کو فرشتوں کی محفل میں یاد کیا۔ اور اللہ کی یاد کیا ہے یہ اس بندے کی طرف اللہ کی رحمت کا متوجہ ہونا ہے اور کتنا خوش نصیب ہے وہ انسان جس کی طرف اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے۔

(۲) سکون قلب (Peace Of Mind) ہے وہ کہاں سے ملتا ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں الذین آمنو تطمئن قلوبھم بذکر اللہ جو لوگ ایمان لائے (ایمان کے بغیر (Peace Of Mind) کا تصور ہی نہیں ہے) ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے اطمینان پائیں گے اس سے آگے وارننگ آرڈر الا بذکر اللہ تطمئن

القلوب کان کھول کے سن لو کہ اللہ کے ذکر کے بعد کبھی اطمینان قلب حاصل نہیں ہو گا۔

(۳) والذاکرین اللہ کثیرا" والذاکرات کثرت سے ذکر کرنے والے مرد و خواتین اعد اللہ لھم اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا مغفرۃ" واجر عظیما مغفرت کا اور اجر عظیم کا اللہ خود عظیم ہیں اور جس کو اللہ عظیم کہتے ہیں وہ کتنی عظیم ہو گی۔

جسم کی غذا کھانا پینا ہے جبکہ روح کی غذا اللہ کا ذکر ہے اگر اس کو اس کی غذا نہ دی جائے تو یہ کمزور ہو جاتا ہے۔

اگر یہاں تک بات سمجھ میں آگئی ہے تو اب اللہ کریم سے یہ بھی پوچھیں کہ یا اللہ طریقہ ذکر کیا ہو گا۔

فرمایا واذکر ربک فی نفسک اپنے اللہ کو یاد کر اپنے اندر اندر یعنی ذکر خفی کر تضرعا و خیفۃ ، پوری عاجزی کے ساتھ اور پورے خوف کے ساتھ خوف کونسا۔ ایک طبعی خوف ہوتا ہے کہ انسان ہر ایذا دینے والی چیز سے ڈرتا ہے یہاں پر محبوب کے ناراض ہونے کا خوف مراد ہے کہ میرا اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے یہ خوف اور یہ عاجزی دونوں دل کے فعل ہیں ذہن کے نہیں گویا ذکر قلبی کی طرف اشارہ فرمایا دون الجھر من القول یہاں ذکر جہر کے آداب بیان فرمائے کہ اگر تو ذکر جہر بھی کر رہا ہے تو آواز کو پست رکھ جبکہ ذکر خفی میں زبان کا کوئی عمل دخل نہیں۔ یا اللہ کب کروں بالغدو والاصال صبح اور شام میرا ذکر کر یہ صبح اور شام ذکر دوام پر دلالت کرتی ہے اور آگے ایک بڑی مزیدار بات فرمائی ولا تکن من الغافلین کبھی غفلت نہ کرنا اور وہ ایک ہی فعل ہے یعنی ہمارا سانس لینے کا عمل ہم اس میں غفلت چاہیں بھی تو نہیں کر سکتے کیونکہ یہ سانس ہماری زندگی کا وہ قیمتی سرمایہ ہے کہ جب تک آتا جاتا ہے تب تک حیات دنیا قائم ہے سانس کا آنا جانا بند ہو گیا تو یہاں کا وقت ختم ہو گیا اور ہم برزخ کی طرف منتقل ہو گئے انسان پیدا ہونے کے بعد مرتا نہیں ہے بلکہ منتقل ہوتا چلا جاتا ہے تو اس آیت مبارکہ سے مشائخ نے ہمیں ذکر پاس انفاس سکھایا کہ ہر سانس کی نگرانی کرو کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ اندر آئے نہ باہر جائے اس سانس کو Messenger بنا لو اس کے ذریعے قلب کو Message بھیجو "اللہ" وہ ازل سے اس نام سے آشنا ہے جواب بھیجے گا "ہو" یعنی آنے والے سانس کے ساتھ جب "ہو" خارج ہوئی اس کی قلب کے اوپر ضرب مارو سوچ سمجھ کر تین قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے۔

(۱) خیال کی قوت Concentration Power۔

(۲) سانس کی قوت Breathing Power

(۳) جسم کی قوت Body Power

ان تین قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے جب سانس اندر جائے تو باضابطہ طور پر سانس اندر کھینچتے ہوئے یہ اس بات پر Concentrate کریں یعنی توجہ دیں کہ میرے اس سانس کے ساتھ لفظ اللہ دل کی گہرائیوں میں اتر گیا اور یہ پیغام لطیفہ قلب کو جا پہنچا وہاں سے جواب آیا "ہو" واپس آنے والا سانس "ہو" لے کر خارج ہوا۔ اور اس "ہو" کی چوٹ آپ نے دل پر لگائی تو بظاہر آپ شوں شوں کے عمل میں مصروف ہیں لیکن اندر ایک جہاں بدل رہا ہے اندر کی دنیا بدل رہی ہے نہ آپ کا قد کاٹھ بڑھے گا نہ آپ کا جسم موٹا پتلا ہو گا لیکن اندر کی دنیا تبدیل ہو جائے گی جونہی آپ نے اللہ کے نام کا پیغام قلب کو بھیجا تو وہ انوارات و تجلیات باری تعالیٰ جو اسم ذات کے ساتھ مخصوص ہیں سیدھی آپ کے لطیفہ قلب پر یعنی (Subtle Heart) پر وارد ہوئیں اور وہ کہاں

سے گذر کر گئی اس پمپنگ اسٹیشن سے گزریں جوں جوں آپ نے ذکر پر دوام کیا آپ صبح شام ذکر کرنے والے بن گئے تو وہ نور کی تار طاقتور ہوتی چلی گئی۔ حضرت انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ سورج کو ننگی آنکھ سے دیکھنا آسان مومن کے منور قلب کو دیکھنا مشکل ہے یہ اللہ کے نور سے اس قدر منور ہو جاتا ہے اور جب یہ پراسیس جاری ہے تو وہ اللہ کا نور اور کیفیات و تجلیات جو لطیفہ قلب پر جاری ہیں ان کے کچھ اثرات جذب کر لیتا ہے حتی کہ ذاکر کے بدن میں وہ خون دوڑنا شروع ہو جاتا ۔ جس میں اللہ کا نور ہوتا ہے تو اللہ کے نور والا خون چلتے چلتے جب پاؤں میں پہنچا تو پاؤں برائی کی طرف جانے سے رک گئے۔ آج ہم باہر سپیڈ بریکر بناتے ہیں کیونکہ انسان کے اندر کے سپیڈ بریکر ٹوٹ چکے ہیں اس لئے باہر بنانے پڑتے ہیں وہ اللہ کے نور والا خون چلتے چلتے آنکھ میں پہنچا تو اس میں حیا آگئی اور یہ نیچے ہو گئی اور قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کے تابع ہو گئی۔

(ترجمہ)

مومن مردوں سے کہہ دیں کہ آپ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور وقل للمومنات یغضضن من العبارھن اور مومن عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ کیونکہ شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر نگاہ ہے اللہ کے ذکر والا خون آنکھوں میں پہنچا آنکھوں میں حیا آگئی اس کے بغیر یہ نیچی نہیں ہوتی۔ جب کان میں اللہ کا نور والا خون پہنچا تو برائی سننے سے کان نفرت کرنے لگے کسی کی غیبت' چغل خوری اور بہتان سننے سے کان متنفر ہو گئے اللہ کے نور والا خون جب زبان میں پہنچا تو زبان برائی بولنے سے نفرت کرنے لگی اور یہ ابتدا ہوئی آپ کے تزکیہ کی آپ اندر سے بدلنا شروع ہو گئے یہ تصوف کی ABC ہے اور اس کی انتہا وہ کیفیت ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تھی ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ کہ ان کے نہاں خانہ دل سے لے کر کھال تک بدن کا ہر ذرہ Every Cell Of Body ذاکر ہو گیا تھا۔

یہ اللہ کے ذکر کی برکات تھیں جن کے حصول کے لئے ہمیں کثرت ذکر کا حکم ہوا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا ذکر اللہ ذکرا کثیرا۔ اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تو تعلیمات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ جتنا آپ اس روشنی کو' ان کیفیات کو اخذ کریں گے جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر سے آرہی ہیں اور جتنا جتنا اس میں ترقی ہو گی اتنا ہی آپ کو ولایت ایسے نصیب ہو گی۔ جو ہر مومن کا حصہ ہے آگے بڑھیں اور اپنا حصہ وصول فرمادیں اللہ کریم توفیق، عمل ورزاں فرمائے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد رفیق (گوجر خاں) کے والد محترم اور او۔سیہ سوسائٹی کے سیکرٹری عبدالخالد صاحب کی والدہ ماجدہ اور عبدالغفور (وہاڑی) کی والدہ ماجدہ اور ثناء اللہ خاں (کھڑ منڈی) کے والد محترم وفات پا چکے ہیں ان سب کیلئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے صاحب مجاز جناب محمد خان جنجوعہ صاحب (گوجرانوالہ) کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئیں۔ اُنکے لئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

نفاذِ اسلام کے لیے

جذبہ جنوں کی ضرورت

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

اللّٰہ جل شانہ کا ارشاد ہے اور اگر آپ اس پر توجہ فرمائیں تو یہ شرط ایمان ہے والذین امنو اشد حبا" للہ جنہیں ایمان نصیب ہوتا ہے وہ اللّٰہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔ علماء حق اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللّٰہ کے سوا دوسروں سے محبت کی اس میں نفی نہیں ہے ماں باپ سے محبت ہے اولاد سے محبت ہے اپنے کاروبار سے ایک محبت ہے اپنے آرام سے اپنی ذات سے ایک محبت ہے۔ لیکن یہ سب محبتیں جو ہیں اس وقت کافور ہو جاتی ہیں جب معاملہ اللہ رب العزت کا آتا ہے اللّٰہ کی محبت ان پر نچھاور نہیں کی جا سکتی بلکہ یہ محبتیں اس کے لئے قربان کی جا سکتی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی بھی اسی کی تفسیر ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں لایومن احدکم تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا ایماندار نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ جب تک اسے اپنے ماں باپ سے اپنی اولاد سے اور دنیا کے ہر انسان سے میں عزیز تر نہ ہو جاؤں میری محبت سب پر غالب نہ آ جائے۔ یہ محبت انیہ کیا شے ہے۔" ایک آدمی کا خط مجھے ملا اس نے اپنے حالات اپنی کیفیات اپنا دکھ اپنا درد اپنی طلب وہ اس نے اپنے خط میں بیان کی اور عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا اس نے جملہ کوٹ کیا انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا۔

کدھی ہیر سمندروں پار ہووے
بکاں نال سمندر میں جھٹ سٹاں

اگر محبوب سمندر عبور کر کے ملنے کی امید ہو تو میں ہاتھوں سے چلو بنا کر بھی سمندر کو خالی کر دوں یہ مفہوم ہے۔ والذین امنو اشد حبا" للہ وہ درجہ نصیب ہو جائے جہاں بندہ قیل و قال کا اور دلائل کا اور اسباب کا محتاج نہ رہے۔ اب یہ کوئی عجب نہیں ہے کہ آپ چلوؤں سے سمندر خالی کر دیں لیکن سمندر خالی ہو نہ ہو عمر تو لگائی جا سکتی ہے۔ سمندر کا خالی ہونا نہ ہونا یہ الگ بات ہے لیکن عمر تو وہ لگا سکتا ہے کب جب اس کی طلب اتنی شدید ہو جائے۔ اس کی صحیح تعبیر ہے وہ مقدس وجود جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں تیار ہوئے کہ جب وہ صحرائے عرب میں مشرکین مکہ سے جان بچاتے پھرتے تھے اور ہجرت پر مجبور ہو گئے شہر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے خود رسول اللّٰہ ؐ کو مکہ مکرمہ میں رہنا محال ہو گیا اور مسلمانوں کے پاس اتنی قوت نہیں تھی کہ وہاں حضورؐ کی حفاظت کر سکتے یہ سارے تو ظاہری حالات تھے بات اگر محبت اور اس کی کی جائے تو بات اصل یہ تھی یا اس کے بعد کی تاریخ کو دیکھا جائے وقت اور زمانے کے حالات کو دیکھا جائے تو بات صرف اتنی تھی کہ اہل مکہ

ہماری منزل اسلام ہے۔ ہم تو حکمرانوں کو بھی کہتے ہیں کہ مسلمان ہو مرتے ہو تو جنازے کے لئے ملاں بلاتے ہو۔ پیدا ہوتے ہو تو اذان کے لئے ملاں بلاتے ہو۔ نکاح کے لئے ملاں بلاتے ہو۔ آج کے کام کے لئے بھی ملاں کو بلاؤ اور اس سے پوچھو کہ اسلامی نظام حیات کیا ہے۔ نظام سلطنت کیا ہے۔ نظام انصاف کیا ہے وہ نافذ کرو تم کرو ہم تو اس کے جاننے والوں میں سے ہیں۔ اسے نافذ دیکھنا چاہتے ہیں۔ نہیں کرو گے تو شاید تمہیں بھاگنے کی بھی فرصت نہیں ملے گی

نے ناقدری کی محمدؐ رسول اللہ کی اور اللہ کریم کو یہ بات پسند نہ آئی مدینہ والے مدینہ سے گئے اور یہ دیکھ رہے تھے کہ سارا مکہ بھی مخالفت کرے گا سارے مشرکین عرب بھی مخالفت کریں گے۔ یہود مدینہ بھی مخالفت کریں گے۔ مدینے میں بڑی طاقت جو یہود کی تھی وہ بھی مخالفت کرے گی۔ اس کے باوجود انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ آپؐ ہمارے ہاں تشریف لائیے ہم اپنی جانیں وار دیں گے' اپنی اولادیں نچھاور کر دیں گے۔ آپؐ کی حفاظت کا حق ادا کریں گے اور یہ بات جب انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دعوت دی اہل مکہ سے چوری بات ہو رہی تھی رات کو ملاقات ہو رہی تھی تو ان کے سردار نے انہیں روک کر کہا کہ ٹھہر جاؤ جانتے بھی ہو کہ جو بات کہہ رہے ہو اس کا نتیجہ کیا ہے یہ جو بات تم کہہ رہے ہو کہ حضورؐ مدینہ تشریف لائیں یہ پورے عالم کفر کے ساتھ اعلان جنگ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم اس کا مفہوم سمجھ کر کر رہے ہیں اور ہم انشاء اللہ اپنا سب کچھ نچھاور کر دیں گے۔ ہمیں کوئی افسوس نہیں ہو گا یہ ادا اللہ کو پسند آگئی ورنہ اسباب کی قوت اتنی نہ تھی۔ مکہ مکرمہ بھی فتح ہو گیا اور مکے کے بڑے بڑے سردار جنگی قیدی اور غلاموں کی صف میں کھڑے تھے اسی خانہ کعبہ میں جنہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ تم آزاد ہو۔ لا تثریب علیکم الیوم۔ میں تمہیں معاف کرتا ہوں تمہاری

کسی بات کا مواخذہ نہیں ہو رہا آج جو رب کریم تھوڑا عرصہ بعد مکہ فتح کراتا ہے وہ اس دن بھی قادر تھا اور حضورؐ کے ارشاد پہ لڑ جانا بدر میں حاضر ہونا دنیائے کفر کے مقابل بغیر وسائل کے کھڑا ہو جانا بھی بہت بڑی قربانی ہے لیکن آپؐ کے حکم پر ہاتھ نہ اٹھانا مار کھاتے رہنا سب کچھ چھوڑ کے چل دینا اور اف نہ کرنا یہ اس سے بھی بڑی قربانی اور مشکل کام ہے۔ ان کی نظر نہ اس قربانی پہ تھی نہ اس قربانی پر ان کی نظر ایک بات پر تھی کہ منشاء نبی کریم کیا ہے۔ ارشاد باری کیا ہے ہمیں وہ کرنا ہے۔ ان کی نظر اس بات پر بھی نہیں تھی کہ ہم بڑا کوئی کام کر رہے ہیں کہ ہم مکہ مکرمہ چھوڑ کر جا رہے ہیں اس بات پر بھی نہیں تھی کہ ہم بڑا کام کر رہے ہیں معرکہ بدر سجا رہے ہیں یہ سارے حالات تاریخ اس پہ رائے دیتی ہے۔ ان کی عظمت کا اعتراف کرتی ہے۔ زمانوں کو ان کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ان کی توجہ کا جو مرکز تھا وہ صرف ایک تھا اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی منشاء کے لئے بات ختم یہ تھی وہ تعبیر جو فرمایا گیا والذین امنو اشد حباً للہ آج ہمارے سامنے دنیا کی مختلف سپرپاورز تھیں کبھی ساری سمٹ کر یکجا ہو گئیں اور آج اکیلا امریکہ دنیا کا پولیس مین بنا ہوا ہے۔ دنیا کا حکمران بنا ہوا ہے۔ ساری دنیا کا جج بنا ہوا ہے۔ ساری دنیا کا رکھوالا بنا ہوا ہے۔ ساری دنیا پر اپنے طور پر حکومت کر رہا ہے۔ سارے جہان کو مشورے دے رہا ہے۔ ساری

دنیا کے لئے لے کے بیٹھا ہے۔ لوگوں کے حقوق کی بات کرتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کی بات کرتا ہے۔ انصاف کی باتیں کرتا ہے یعنی دنیا میں یوں نظر آتا ہے کہ روئے زمین پر امریکہ کے بغیر اب کچھ باقی نہیں یہ سب اس کے لئے ہے جس کا تعلق اللہ سے نہ ہو۔ تقاضائے ایمان یہ ہے کہ ساری دنیا ہی کوئی حیثیت نہیں رکھتی سوائے اللہ کے باقی کچھ نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ذات صرف ایک ہے' طاقت صرف ایک ہے' قوت صرف ایک ہے اللہ جل شانہ کی باقی سب انسانی تخیلات کے تانے بانے ہیں وہ جسے آپ انگریزی میں Imaginations کہتے ہیں ناں تصورات کہ آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاؤ اور سوچو کہ یہ سامنے پہاڑ ہے اس پر بڑی برف پڑی ہوئی ہے۔ برف پر بڑا ریچھ کھڑا ہے۔ ریچھ کے پیچھے شیر ہے' شیر کے پیچھے گھائی ہے گھائی میں دریا بہہ رہا ہے۔ کچھ بھی نہیں ہے۔ مسجد میں تو آپ آنکھیں بند کر کے سوچے جا رہے ہیں اور بنائے جا رہے ہیں۔

حقیقت امریکہ کی بھی سپر پاور کی بھی اس سے مختلف نہیں ہے ایک زمانہ تھا کہ امریکہ کو روس نے مصیبت میں ڈال دیا تھا اور جب روس نے چاند پر پہنچنے کا دعویٰ کیا امریکہ راستے میں تھا اور سوچ رہا تھا اور بڑی دیر بعد امریکہ نے اس کا جواب سٹار وار پروگرام میں دیا گیا روس کو امریکہ کا سٹار وار پروگرام لے گیا اس کو تو کچھ بھی نہیں ہوا چند پٹھان ان پڑھ کمزور' بھوکے' ننگے نہ جوتا نہ کپڑا نہ اسلحہ نہ ایمونیشن' نہ کوئی سکیم بتانے والا نہ کوئی پروگرام دینے والا نہ کوئی فوجی قوت' نہ پیسہ نہ دھیلا باسی روٹیاں اور پیاز مل جاتا ہے۔ مجاہد کھانا کھا رہے ہیں اور جوتے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ کسی کے ہیں کسی کے نہیں ہیں۔ ایک بات پہ وہ کھڑے ہو گئے کہ سپر پاور رب العالمین کی ذات ہے۔ یہ سارے فسانے ہیں اور یہ ثابت ہو گیا کہ سارے فسانے تھے یعنی وہ سپر پاور جس سے خود امریکہ ڈر رہا تھا کانپ رہا تھا اور خلائی دوڑ میں واقعی جس سے وہ پیچھے تھا اس کے تانے بانے ان لوگوں نے بکھیر کر رکھ دیئے جو حیی علی الصلواۃ حیی علی الفلاح کے راستے پر چل پڑے اور جن کے ساتھ صرف اللہ کی محبت تھی۔ کتنے مزے کی بات ہے کہ روس کی شکست کے بعد بھی امریکہ وہاں لڑ رہا ہے۔ ہم اسلام آباد ہوٹل میں بیٹھے تھے اور بہت سے صحافی تھے وہاں اور ہم بھی ان سے ملنے گئے ان میں امریکی صحافی بھی تھے اور وہ صحافیوں کا ایک گروہ تھا جو کابل سے ہو کر آئے تھے ہمارے مقامی صحافی حضرات بھی تشریف رکھتے تھے ایک نوجوان امریکن صحافی تھا میں نے اس سے سوال کیا کہ عجیب بات ہے آپ مجاہدین کو ہتھیار بھی دیتے ہیں اسلحہ بھی دیتے ہیں مدد بھی کر رہے ہیں روس کے خلاف لیکن یہ بات بھی صحیح ہے کہ آپ مجاہدین کی پوری طرح مدد نہیں بھی کر رہے جب آپ روس کے خلاف میدان میں آ ہی گئے ہیں اور دو طاقتیں بن گئی ہیں۔ ایک طرف امریکہ ایک طرف مجاہدین ہیں تو آپ مل کر باقاعدگی سے لڑیں اور اس معاملے کو جو سالوں کی طرف بڑھ رہا ہے اسے دنوں میں ختم کر دیں تو اس نے بڑا صاف جواب دیا اس نے کہا کہ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم روس کو شکست دینا چاہتے ہیں لیکن اس کی جگہ مسلمان کو فاتح نہیں دیکھنا چاہتے۔ ہمارا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم میدان میں کود پڑے اور مل جل کر روس کو بھگا دیں اور وہاں اسلام نافذ ہو جائے تو یہ ہماری الگ مصیبت ہے وہ پہلا جھگڑا ختم ہو گیا اور اب اس دوسرے مقابلے میں وہ لگے ہوئے ہیں کہ یہاں اسلام نافذ نہ ہو جائے یار کافر اپنے کفر سے اتنا مخلص ہے تو ہماری مسلمانی پھر کس دن کام آئے گی اگر

کافر اپنے کفر سے اتنا مخلص ہے کہ بدترین دشمن تھا۔ روس اور جس کی وجہ سے وہ گھر بیٹھے کانپا کرتا تھا ایک دفعہ انہوں نے ایک مووی بھی بنائی تھی کہ غلطی سے کسی روسی کمانڈر نے وہ بٹن جو ان کے اٹامک وارفیر کے لگے ہوئے تھے میزائل زیر زمین پورا نظام تھا تو غلطی سے کسی کمانڈر نے اس کے فائر آرڈر پہ انگوٹھا رکھ لیا وہ تو ایک بٹن ہے آپ نے دبانا ہے اور کام ختم تو وہ انہوں نے ایک تصوراتی مووی بنائی تھی۔ امریکیوں نے اپنے لوگوں کو بتانے کے لئے کہ روس سے ہمیں کتنا خطرہ ہے۔ اس میں دکھایا تھا کہ وہ غلطی سے اس کا ہاتھ اگر اس پہ لگ جائے اور اس ایک بٹن سے جتنے میزائل نکلیں گے جتنا کچھ ایٹمی مواد وہ لے کے آئیں گے۔ امریکہ کی پوری آبادی تس نس ہو کر یہ چٹیل میدان بن جائے گا اور یہاں آبادی کے نشان مٹ جائیں گے بلکہ بیشتر حصہ زیر آب چلا جائے گا یہ وہ خوف تھا جو امریکہ بہادر کے دل میں تھا اور جس کے لئے وہ اپنے لوگوں کو تیار کرنا چاہتا تھا کہ روس کتنا خطرناک دشمن ہے اور ایک مقولہ انہوں نے دیا تھا امریکیوں نے پورے اپنے ملک میں ایک مقولہ پھیلا دیا تھا کہ روس میں بسنے والا کوئی فرد بھی شریف آدمی نہیں ہے۔ روسی وہی اچھا ہے جو مر جائے جسے مار دیا جائے۔ روس کے خلاف بھی وہ اس احتیاط سے امداد دیتے تھے کہ روس مار کھا جائے لیکن اس کی جگہ اسلام نہ آئے اور اس کا انہوں نے انتظام کیا تھا۔ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں لیکن میں بھی آپ کو اشارہ کرتا چلوں کہ کم و بیش سات تنظیمیں تھیں۔ بڑی بڑی جو لڑ رہی تھیں۔ افغانستان میں جہاد کر رہی تھیں۔ روس کے خلاف ان میں چار تنظیمیں اسلام کے لئے لڑ رہی تھیں تو تین تنظیمیں صرف افغان کاز کے لئے لڑ رہی تھیں۔ مقصد اسلام نہیں تھا یہ ایک نیا موڑ دے دیا جاتا ہے۔ تحریکوں کو اور یہ موڑ امریکہ نے دیا کہ اسلام ذاتی مسئلہ ہے کہ کوئی اسلام اپنانا چاہتا ہے لیکن افغانستان تمہارا ملک ہے اور تم افغان ہو یہی فلسفہ انہوں نے ہو بہو فلسطینیوں کو سمجھا دیا ہے اور فلسطین میں بیشتر وہ حصہ ہے لڑنے والوں کا جو فلسطین قوم یا فلسطین شہر یا علاقے کے لئے لڑ رہا ہے۔ اسلام ان کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ فلسطین ان کا کاز ہے۔ اسلام نہیں ہے۔ اسی طرح یہاں بھی تین تنظیموں کا بنیادی جو تھا نظریہ وہ افغان قوم تھا۔ افغان ملک تھا اور چار کا اسلام تھا وہ جو بنیاد امریکہ نے رکھی تھی روس کے جانے کے بعد اب وہ دھڑے آپس میں لڑ رہے ہیں اور اب امریکہ بہادر ان کے ساتھ ہے جو افغان کاز کی بات کرتے ہیں یہ باتیں جو ہیں یہ ہیں دشمن کیمپ کی ان لوگوں کو جنہیں اللہ کا تو کوئی تصور بھی موجود نہیں اور جن کی ساری محبت اپنی بڑائی سے اپنی Superemacy سے خود کو فرعون ثابت کرنے سے جن کی محبت ہے ہماری صورتحال کیا ہے ہماری صورتحال ان کے مقابلے میں یہ ہے کسی بندے کے بارے میں وہ کہہ دے کہ یہ بندہ امریکہ کیخلاف ہے۔ ان کی پولیس ان کے کمانڈو ان کے بندے یہاں آئیں یہاں اسے گرفتار کریں یہاں سے پکڑ کر لے جائیں وہاں امریکہ میں جا کر اس پر مقدمہ چلائیں۔ یہاں ہم اور ہماری حکومت امریکہ سے وہ پیسے بھی نہیں لا سکتے ہیں جو ہمارے سیاستدانوں نے یہاں سے چوری کر کے امریکہ کے بنکوں میں رکھے ہیں۔ پچھلے دنوں Wall Street Journal نے شائع کی ایک خبر اور پھر وہ ہمارے اخباروں میں بھی آئی اس میں غالباً" اٹھارہ نام ایسے ہیں جن کے اربوں ڈالروں کا اکاؤنٹ امریکہ میں ہیں اور سترہ نام ایسے ہیں جن کا کروڑوں ڈالروں کا اکاؤنٹ امریکہ میں

ہے۔ پینتیس ناموں کی ایک فہرست امریکہ نیو یارک میں Manhattan میں Wall Street دنیا کی معاشی منڈی کا مرکز ہے۔ امریکہ کی ساری معیشت بھی وہیں ہے اور وال سٹریٹ جرنل وہ وہاں کی معاشی خبریں بنکوں کی خبریں دیتا ہے تو اس میں وہ فہرست شائع ہوئی پینتیس پاکستانی ناموں کو جن میں بڑے بڑے مقدس نام بھی ہیں بڑے بڑے معتبر شریف نام بھی ہیں اور ایسے نام بھی ہیں ایک حضرت کو میں بھی جانتا ہوں اس حد تک کہ ان کے والد یہاں پولیس میں سپاہی تھے اور آج ان کا جو اکاؤنٹ ہے وہ وال سٹریٹ کے بنک میں کروڑوں ڈالرز میں ہے یہ جب امریکہ نے اپنے رسالے میں چھاپ دی پاکستانی اخباروں نے چھاپی تو کیا ان پینتیس آدمیوں کے پیسے اس بنیاد پر کہ انہوں نے تو لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ مارا یہاں پیسے کی قیمت گر رہی ہے اور امریکی ڈالر جو ہے اس کی قیمت ہمارا سرمایہ بن رہا ہے۔ خون ان غریبوں کا ہے۔ ان لوگوں کو واپس نہ دیں قوم کو واپس نہ دیں۔ غریب کو واپس نہ دیں کیا حکومت کو اتنی جرات ہے کہ وہ کہے کہ جی یہ اکاؤنٹ اپنا ہی رکھیں فارن کرنسی میں اکاؤنٹ یہاں بھی ہے کم از کم پاکستانی بنکوں میں ٹرانسفر کریں کہ وہ جو خون گردش کر رہا ہے امریکی معیشت کی رگوں میں وہ خون پاکستان کے غریب کا ہے وہ پاکستان کی معیشت میں چلا آئے۔ امریکہ کو اعتراض ہو ایمل کانسی پر یا کسی ایک عام شہری پر تو وہ یہاں سے اٹھا کر لے جائے اور ہمارے یہاں کے لوگوں کا اپنا سرمایہ وہاں ہو کیا حکومت سوچ بھی سکتی ہے تو پھر حکومت کس کی ہے ہم پر اللہ کی رسولؐ کی۔ مسلم لیگ کی۔ پیپلز پارٹی کی یا امریکہ بہادر کی۔ یہ جو امریکی تسلط ہے اسے ہم نے کیوں اپنے اوپر اوڑھ رکھا ہے۔ سجا رکھا ہے۔ اس لئے کہ ہم محبت الٰہی میں ناپختہ ہیں۔ طاقت ہمارے پاس ہے۔ قوت ہمارے پاس ہے۔ جذبہ ہمارے پاس ہے۔ وسائل کو اور اسباب کو روند کر گذرنے کی طاقت ہمارے پاس ہے کہ ہمارے ساتھ مسبب الاسباب ہے اقوام عالم کے پاس اسباب ہیں۔ ہمارے ساتھ وہ ہستی ہے جو اسباب کی بھی خالق ہے اور اسباب میں تاثیر بھی خود پیدا کرتی ہے۔

ہر شے کی زندگی کا مدار ہے پانی پر جب چاہتا ہے تو پانی کو موت کا سبب بنا دیتا ہے ہوا کے بغیر کوئی ایک پل نہیں رہ سکتا اس نے جب قوموں پر ہوا کا طوفان بھیجا تو قوموں کی قومیں تباہ ہو گئیں زندگی کے اسباب کو موت کا ذریعہ بنا دینے پر قادر ہے۔ موت کے اسباب کو زندگی عطا کرنے والا بنا دے تو قادر ہے پھر ہمیں ان سب باتوں کا ڈر کیوں لگتا ہے اس لئے کہ ہمیں محبت کا وہ درجہ حاصل نہیں جسے قرآن شدید کہتا ہے محبت ہے اللہ سے محبت ہے، اللہ کے دین سے محبت ہے اللہ کی کتاب سے محبت ہے اللہ کے رسولؐ سے محبت ہے لیکن اس میں وہ شدت نہیں جس کا تقاضاوالذین امنو اشد حبا" للہ اللہ کی محبت کی شدت کا تقاضا یہ ہے کہ احکام الٰہی کے مقابل جو آئے اسے خاطر میں نہ لایا جائے نتائج کی پرواہ کئے بغیر اس سے ٹکرایا جائے۔ حضرات گرامی عبادات کا حاصل یہ ہے اللہ کو ہمارے سجدوں سے اس کی عظمت بڑھ نہیں جاتی جو لوگ سجدہ نہیں کرتے اس سے اس کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا یہ سجدے اور ان میں یہ خشوع یہ اذانیں اور ان کے اندر کا درد یہ ذکر اذکار اور ان کے اندر کی طلب کا حاصل یہ ہے کہ کائنات میں اللہ کے دین کے خلاف اللہ کے حبیبؐ کے خلاف اللہ کی کتاب کے خلاف جو شے بھی آئے ہم اس سے ٹکرا جائیں اسے خاطر میں نہ لائیں یہ جنون آ جائے تو یہ شدت محبت الٰہی ہے اور یہ مقصود ہے۔ ذکر بھی کریں تو اپنے حالات کا تجزیہ کریں۔ عبادات کریں تو اپنے حالات کا تجزیہ کریں اپنی

محنت و مشقت اپنی زندگی کے ہر صبح و شام کا ہر شام تجزیہ کیا کریں کہ یہ جنون یہ وائرس یہ جراثیم اگر یہ جراثیم اور وائرس ہے تو یہ وائرس اگر یہ جنون ہے تو یہ جنون اگر یہ محبت ہے تو اس کا کوئی شمہ مجھے نصیب ہو رہا ہے یا نہیں اللہ کریم آپ سب کو اس سے مالا مال کر دے میں تو اس وقت کا انتظار کر رہا ہوں مجھے آج بھی کوئی ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ جتنے بھی رزلٹ ہیں آپ کے وہ بڑے الارمنگ (Alarming) ہیں میں نے کہا ڈاکٹر آپ کے رزلٹ اپنی جگہ لیکن میں مرنا نہیں چاہتا اس لئے نہیں کہ مجھے بہت سے کام کرنے ہیں میں نے زندگی بڑی انجوائے کی ہے بڑا کمایا بڑا کھایا' بڑا اچھی طرح رہے اولاد بھی ہے گھربار بھی ہے۔ دنیا کے سارے اسباب اللہ نے عطا بھی کیے استعمال بھی کئے۔ یہ سارا اپنی جگہ لیکن وہ مزا نہیں آیا جو ہم غلبہ اسلام میں دیکھنا چاہتے ہیں۔میں صرف اس بات کے لئے زندہ رہنا چاہتاہوں یہ میں نہیں چاہتا کہ قبرمیں جاکر یہ اطلاع ملے کہ جی ملک پر اسلام نافذ ہوگیا ہمیں کیا خاک مزا آئے گا اللہ توفیق دے تو اس نافذ ہونے والوں میں شامل ہو کر اس راستے سے قبر میں جائیں کوئی آنے جانے کی بات بھی ہو جائے کسی کو جاکر خبر دینے والوں میں کہ بھیا ہم نے اپنے ملک پر اسلام نافذ کر دیا امریکہ کے دانت کھٹے کر دیئے بھگا دیا ہم نے کافر طاقتوں کو ہم نے مٹا دیا سود کی لعنت کو ہم نے اسلامی عدل سے مالا مال کردیا ہر کمزور کو بھی اور ہر فرعون کی گردن ہم نے مروڑ دی ہے اب یہ بتانے کے قابل ہو جائیں تو اسی لمحے موت آ جائے ہمنے دنیا میں کیا لینا ہے بہت لے چکے لیکن میں نے کہا ڈاکٹر میرے رزلٹ اپنی جگہ میں اسکے بغیر مرنا نہیں چاہتا اللہ قادر ہے وہ ہماری مانے اپنے اس کے فیصلے ہیں لیکن تڑپ یہ ہے درد یہ ہے دل یہ چاہتا ہے یار کوئی جلدی کرو۔ کرو نا کچھ کیا سوچ رہے ہو؟ سوچوں سے کام نہیں ہو گا تنہائی میں اپنے رب سے بات کرو اور اس سے وہ درد وہ تڑپ وہ شدت مانگو بات صرف اتنی ہے کہ اگر ہم یہ فیصلہ کر لیں کہ اللہ ہمیں تیری محبت کی وہ تڑپ چاہیے وہ عطا کر دے گا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جو طے کر لیتے ہیں اور پھر ہمت کرتے ہیں میری طرف بڑھنے کی میں سارے راستے کھول دیتا ہوں۔ یھدی الیہ من ینیب انابت ہوتی ہے دل کی گہرائی سے فیصلہ کرنا فرمایا تم طے کرلو میں تمہیں اپنے سینے میں سمولوں گا میں اپنی تجلیات تمہارے سینے میں سمو دوں گا تم طے تو کرو کہ تمہیں میری محبت چاہیے' میرے بھائی چھوڑو لمبی تقریروں اور وعظوں کو عمل کی گھڑی ہے کام کرو خود کو اللہ کا اللہ کے نبیؐ کا سپاہی ثابت کرو بھول جاؤ رشتوں کو

ہر شے کی زندگی کا مدار ہے پانی پر جب چاہتا ہے تو پانی کو موت کا سبب بنا دیتا ہے ہوا کے بغیر کوئی ایک پل نہیں رہ سکتا اس لئے جب قوموں پر ہوا کا طوفان بھیجا تو قوموں کی قومیں تباہ ہو گئیں زندگی کے اسباب کو موت کا ذریعہ بنا دینے پر قادر ہے۔ موت کے اسباب کو زندگی عطا کرنے والا بنا دے تو قادر ہے پھر ہمیں ان سب باتوں کا ڈر کیوں لگتا ہے اس لئے کہ ہمیں محبت کا وہ درجہ حاصل نہیں جسے قرآن شدید کہتا ہے محبت ہے اللہ سے محبت ہے اللہ کے دین سے محبت ہے اللہ کی کتاب سے محبت ہے اللہ کے رسولؐ سے محبت ہے لیکن اس میں وہ شدت نہیں جس کا تقاضا والذین امنو اشد حبا للہ ۔اللہ کی محبت کی شدت کا تقاضا یہ ہے کہ احکام الٰہی کے مقابل جو آئے اسے خاطر میں نہ لایا جائے نتائج کی پرواہ کئے بغیر اس سے ٹکرایا جائے۔

بھول جاؤ سیاسی وابستگیوں کو بھول جاؤ دنیوی مفادات کو ایک بات یاد رکھو وطن عزیز ہمارے پاس اللہ کی اللہ کے بندوں اپنے بزرگوں کی امانت ہے۔ نفاذ اسلام کے لئے ہمیں اس پر اسلام کو نافذ کرنا ہے اور انشاء اللہ یہ ہو کر رہے گا میرا یہ ایمان ہے مجھے یقین ہے یہ کہ اس ملک پر اسلام نافذ ہو گا یہ جتنے خطرات لوگ دکھاتے ہیں ناں کہ یہ ملک ختم ہوجائے گا میری سمجھ میں وہ نہیں آتے میری سمجھ میں یہ بات طے ہے کہ اس ملک پر اسلام بھی نافذ ہو گا اس ملک کی سرحدات بڑھیں گیں ہم انشاء اللہ لال قلعہ دہلی میں جمعے پڑھیں گے خطبات ہوں گے۔ انشاء اللہ ہم ان بزرگوں کو بھی نوید سحر سنائیں گے جو ہندوستان کی زمین پر سو کر انتظار کر رہے ہیں۔ ان شہیدوں کو ہم نوید سحر دیں گے جو پاکستان کے راستے میں جانیں ہار گئے اور یہ ہو کر رہے گا انشاء اللہ اب اس میں مزید تاخیر نہ کرو اپنے سجدے اپنی نمازیں میدان کارزار میں سجاؤ چھوڑ دو اس بات کو کہ مقابل کون ہے۔ ہر وہ شے جو اسلام کے راستے میں ہے وہ ہمارے مقابل ہے اور ہم انشاء اللہ ہرچیز کو مٹا کر راستہ بناتے ہوئے گزر جائیں گے اس لئے کہ کارساز اور مسبب الاسباب ہمارے ساتھ ہے۔ ہم انشاء اللہ وطن عزیز میں اس کا افتتاح کر رہے ہیں کہ عامۃ المسلمین کو اس بات پہ جمع کیا جائے اور بہت جلد آپ کو وقت تاریخ اور جگہ بھی بتاؤں گا جمع ہوکر ہم اعلان کریں گے کہ اب اسلام کے سوا کسی بات پر سمجھوتے کی کوئی گنجائش نہیں جو کر سکتا ہے وہ ہم سب کو زیر زمین دفن کر دے اور نہیں کر سکتا تو اسے ہماری بات ماننا ہو گی ہماری منزل اقتدار نہیں۔ ہماری منزل اسلام ہے۔ ہم تو حکمرانوں کو بھی کہتے ہیں کہ مسلمان ہو مرتے ہو تو جنازے کے لئے ملاں بلاتے ہو۔ پیدا ہوتے ہو تو اذان کے لئے ملاں بلاتے ہو۔ نکاح کے لئے ملاں بلاتے ہو۔ آج کے کام کے لئے بھی ملاں کو بلاؤ اور اس سے پوچھو کہ اسلامی نظام حیات کیا ہے۔ نظام سلطنت کیا ہے۔ نظام انصاف کیا ہے وہ نافذ کرو تم کر دو ہم تو اس کے چاہنے والوں میں سے ہیں۔ اسے نافذ دیکھنا چاہتے ہیں۔ نہیں کرو گے تو شاید تمہیں بھاگنے کی بھی فرصت نہیں ملے گی اور انشاء اللہ العزیز امریکہ کی فرعونیت بھی اب ختم ہونے کو ہے۔ اللہ نے امریکہ کی موت اس کے اندرپیدا کر دی ہے۔ اس کے اپنے اندر رکھ دی ہے۔ روس شکست کھا کر کچھ ریاستیں چھوڑ بیٹھا اپنا وجود اس کا قائم ہے۔ جب امریکہ ٹوٹے گا تو باقی کچھ نہیں بچے گا۔ امریکہ کے گورے شہریوں کو امریکہ کے کالے شہری ماریں گے۔ میری اور آپ کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ امریکہ کی سیاہ موت خود امریکہ کے اندر موجود ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے اعصاب پر سوار ہو رہی ہے۔ ہمیں اس کی فکر اس کا ڈر نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اپنے دین کے نفاذ کے لئے اللہ ہمیں توفیق دے میدان میں اتریں۔

حدیث ابوموسیٰؓ: حضرت ابوموسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند کرتا ہے۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۸۱ الرقاق: باب ۴۱ من احب لقاء اللہ احب اللہ لقائہ

ماہِ شوال کی فضیلت

ڈاکٹر لیاقت علی خاں نیازی

گناہوں کے صحراؤں میں جب گرد بادوں کی سیٹیاں بجتی ہیں اور جب عصیاں کے وسیع و عریض صحراؤں کے باسی جھلستے ہیں تو تھکے ہارے ہانپتے کانپتے گناہ گاروں اور خطا کاروں کے احساس ندامت کو دیکھ کر خالق حقیقی کی بے کراں شفقت جوش مارتی ہے۔ پیاس کے صحرا میں پھر انہیں یزداں زمزم پلاتا ہے۔

وقت کے ماتھے پہ جس کی روشنی لکھی گئی
وہ رخ زیبا ہے ترا وہ ید بیضا تو ہی
کس نے تھاما رات میں ڈوبے ہوئے سورج کا ہاتھ
روشنی کو صبح کی چوکھٹ پہ لے آیا تو ہی
کون ہے تیرے سوا' دکھیا دلوں کا داد رس
خلق کا مولا توہی' ملجا توہی ماوا تو ہی
(سید ضمیر جعفری)

شوال کا مہینہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ مسرت و انبساط کا مژدہ سناتا ہے۔ خالق حقیقی ایک سخی دریا بن کر صحرا صحرا عصیاں کو سیراب کر دیتا ہے۔

سرخیل علماء عارفین حضرت عبدالقادر جیلانیؒ شہرہ آفاق تصنیف غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں۔

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ تاجدار انبیاءؐ نے فرمایا۔ جس شخص نے شوال میں رات کو یا دن کو آٹھ رکعتیں پڑھیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور پندرہ بار سورہ اخلاص اور نماز سے فارغ ہو کر ستر بار سبحان اللہ کہا اور ستر بار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔ اس کی قسم جس نے مجھے سچا دین دے کر بھیجا کوئی شخص یہ نماز نہیں پڑھتا مگر اللہ اس کے دل میں اس کے لئے حکمت کے چشمے کھولتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی زبان چلاتا ہے اور اس کی دنیا کی بیماری اور اس کی دوا دکھا دیتا ہے اس کی قسم جس نے مجھے سچا دین دیکر بھیجا جس نے یہ نماز جیسے میں نے بتائی۔ پڑھی نہیں سر پچھلے سجدے سے اٹھاتا مگر اللہ سبحانہ' اس کو معاف کر دیتا ہے اور اگر مرا شہید مرا بخشا ہوا اور کوئی بندہ اس نماز کو سفر میں نہیں پڑھتا مگر اس پر آنا جانا آسان ہو جاتا ہے اس کے مقصود تک اور اگر مقروض ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا قرض ادا کرتا ہے اور اگر صاحب حاجت ہوتا ہے تو اس کی حاجت پوری کرتا ہے اس کی قسم جس نے مجھے سچا دین دے کر بھیجا جو شخص یہ نماز پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہر حرف کے بدلے جنت میں ایک محترمہ دے گا عرض کیا گیا محترمہ کیا ہے؟ جناب رسول پاکؐ نے فرمایا بہشت کے باغ اگر ان کے درخت کے نیچے کوئی سوار سو سال بھی چلے تو اس کا سایہ طے نہ کر سکے گا"
(غنیتہ الطالبین حصہ دوم صفحہ ۳۵۱)

ارشاد نبویؐ ہے "جو کوئی اول رات شوال میں یا دن میں بعد نماز عید کے چار رکعت اپنے گھر میں پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص اکیس بار پڑھے پس اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہشت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا اور اس کے لئے دوزخ کے ساتوں دروازے بند کر دے گا اور وہ شخص جب تک اپنا مکان جنت میں نہ دیکھ لے گا نہیں رہے گا"۔

بحوالہ مسند احمد حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ رمضان کی آخری رات میں میری امت کے لئے مغفرت و بخشش کا فیصلہ کیا جاتا ہے آپؐ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ شب قدر ہوتی ہے؟ تو آپؐ لباس زیب تن فرماتے روز عید الفطر عید گاہ روانگی سے قبل چند کھجوریں تناول فرماتے جن کی تعداد طاق ہوتی آپؐ عید گاہ تک پیدل تشریف لے جاتے۔ عید گاہ جس راستے سے تشریف لے جاتے واپسی پر راستہ تبدیل فرماتے۔ عیدوں پر کثرت سے تکبیروں کا حکم دیتے۔ راستے میں چلتے وقت آہستہ تکبیر کہتے۔ مسجد نبویؐ کے باہر میدان میں تشریف لے آتے جو عید گاہ تھی نماز عید الفطر سے قبل فطرانہ کی رقم ادا کرنے کا حکم دیتے۔

نے فرمایا کہ شب قدر تو نہیں ہوتی' لیکن بات یہ ہے کہ عمل کرنے والا جب اپنا عمل پورا کر دے تو اس کو پوری اجرت مل جاتی ہے۔

شوال کے چھ نفلی روزے:

بحوالہ صحیح مسلم شریف حضرت ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اس کے بعد ماہ شوال میں چھ نفلی روزے رکھے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہو گا۔

رسالہ فضائل الشہود میں لکھا ہے کہ ماہ شوال میں نوافل پڑھنے کا بھی بہت ثواب ہے۔ نوافل کی ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد زیادہ سے زیادہ سورہ اخلاص اور سلام پھیرنے کے بعد زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کا بے حساب ثواب ہے۔

اگر رمضان المبارک کے کوئی روزے خدانخواستہ رہ جائیں تو یہ روزے قضا ادا کرنے کے بعد ہی شوال کے چھ مسنون روزے رکھے جائیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شوال کی پہلی رات میں فرشتے نازل ہو کر آواز دیتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ کے بندو تمہیں خوشخبری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس لئے بخش دیا ہے کہ تم نے رمضان کے روزے رکھے۔

آغاز شوال اور عید کے بارے میں نبی اکرمؐ کا عمل مبارک

جب رمضان ختم ہوتا اور یکم شوال ہوتا تو روز عید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے' صاف اور اجلا

مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں

___ حدیث ابن عمرؓ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر۔۔۔ یا آپ نے فرمایا۔ منافق سات آنتوں میں کھاتا ہے۔[1]

اخرجہ البخاری فی: کتاب الاطعمۃ : باب المومن یأکل فی معی واحد

___ حدیث ابوہریرۃؓ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص بہت زیادہ کھایا کرتا تھا پھر وہ مسلمان ہو گیا اور بہت کم کھانے لگا چنانچہ اس بات کا ذکر جب نبی کریم ﷺ کے سامنے کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب الاطعمۃ : باب المومن یأکل فی معی واحد

اسلام ہے کیا؟

عزیزان گرامی ہمارے ہاں مذہبی موضوع پر سب سے بڑا جو موضوع بحث ہے وہ ہے نفاذ اسلام اور یہ آج کی بات نہیں ہے۔ نصف صدی ہونے کو ہے اور نصف صدی میں ہر حکومت نے اس نعرے کا سہارا لیا ہے۔ حتیٰ کہ یہ ایسا عجیب و غریب ملک ہے کہ اس میں سوشلزم کو بھی اسلام کے نام پر رواج دینا چاہا یعنی اسلامی سوشلزم بنایا گیا بات کی گئی اس طرح ہر الیکشن جیتنے کے لئے اسلام کو نعرے کے طور پر اپنایا گیا۔ بڑے بڑے وعدے کیے گئے اور ابھی تک ہم لوگ اسی خوش فہمی میں ہیں کہ اسلام نافذ ہو گا بنیادی سوال وہیں کا وہیں رہ جاتا ہے کہ اسلام ہے کیا جو نافذ ہونا چاہئے اور جو نافذ ہو گا اور جو ہو نہیں پا رہا ہم سے جسے ہم اسلام کہتے ہیں وہ کیا ہے۔ اسلام کیا کوئی جسم ہے۔ کوئی وجود ہے یا محض کوئی خبر ہے یا کوئی بات ہے۔ نہیں بلکہ اسلام ایک کیفیت ہے۔ بندے اور اس کے مالک کے درمیان خالق اور مخلوق کے درمیان ایک کیفیت ہے تعلقات کی' ایک رشتہ ہے۔ وہ رشتہ کیسا حال بتا دیتا تھا کہ یہ مسلمان ہیں اور یہ بھی تاریخ کا حصہ ہے کہ عہد نبویؐ سے لے کر سلف صالحین تک صحابہ کبار کو تابعین کو آپ نے کبھی اس طرح بڑے جلسے کرتے کہیں تاریخ میں نہیں دیکھا۔ کوئی لمبی لمبی تقریریں نہیں کیں۔ کوئی پریس نہیں تھا۔ کتابیں نہیں چھپتی تھیں۔ رسالے نہیں نکلتے تھے۔ کوئی مضامین نہیں چھپتے تھے کوئی طریقہ کار اس طرح کا ہمیں نظر نہیں آتا۔ تو پھر اسلام کیسے پھیلا؟ جو ان کو دیکھتا' ان کے کردار کو دیکھتا ان سے معاملہ کرتا۔ ان کی بات کو سنتا وہ چاہتا تھا کہ ایسا ہونا چاہئے اور وہ ویسا بننے کی کوشش کرتا تھا نتیجتاً مسلمان ہو جاتا تھا۔ وہ کیا کیفیت ہوتی ہے اس کی صورت حال کیا ہوتی ہے ان آیات کریمہ میں جو سورہ الشعراء کی آیات ہیں اور انیسویں پارے کے چھٹے رکوع میں شروع ہو رہا ہے یہاں سے چھٹا رکوع اس کیفیت کو تھوڑا سا ہم سمجھ سکتے ہیں کہ رب اور بندے کے درمیان وہ رشتہ کیسا ہوتا ہے۔ وہ رشتہ ہوتا ہے اللہ کو اللہ جاننے سے اور

مولانا محمد اکرم اعوان

ہے وہ نظر نہیں آتا دیکھا نہیں جا سکتا لیکن وہ چھپتا بھی نہیں ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ کرامؓ میں سے اگر ایک بندہ بھی دنیا کے کسی ملک میں چلا جاتا تو اس کا حلیہ اس کی گفتار' اس کا کردار' اس کا عمل' معاملات دیکھ کر لوگ کہہ دیتے تھے کہ یہ وہ آدمی ہے جو ایک نیا مذہب پیدا ہوا ہے۔ جسے اسلام کہتے ہیں اور یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں میں سے ہے۔ بتانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی ان کا

اللہ کو اللہ جاننا ہی سب سے مشکل کام ہے۔ زندگی میں اس کی ذات کیسی ہے۔ اس کی صفات کیسی ہیں۔ یہ جاننا ہی اصل مقصد حیات ہے اور جو جان جائے اسے وہ کیفیت نصیب ہو جاتی ہے۔ اب ذرا جاننے والوں کا حال دیکھیں آیہ کریمہ موسیٰ علیہ السلام کی بات دہرا رہی ہے۔ فرمایا اذ نادی ربک موسیٰ۔ جب آپ کے رب نے موسیٰ سے بات کی علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام أن ائت القوم الظلمین کہ

موسیٰ' فرعون اور اس کی قوم کے پاس میرا پیغام لے کر جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان میں لکنت تھی۔ فرمایا الا یتقون اہل فرعون کے پاس جاؤ کیا انہیں مجھ سے حیا نہیں آتی انہیں میرا تعارف کراؤ۔ میری حیثیت میری ذات یا میری صفات انہیں بیان کرو اور ان سے کہو حیا کریں۔ انہوں نے عرض کی قال رب انی اخاف ان یکذبون اللہ مجھے اس بات سے ڈر لگتا ہے کہ وہ تیرے بندے ہیں تو ان کی طرف نبی بھیجنا چاہتا ہے کہ انہیں اصلاح کا موقع ملے۔ توبہ کی توفیق ملے وہ تیرے دروازے پہ واپس آ جائیں لیکن شائد میرے جانے سے یہ سب کچھ نہ ہو سکے وہ میرا انکار کر دیں کیوں انکار کریں گے آپ نے فرمایا ایک بات تو یہ ہے ویضیق صدرک میرا اور ان کا مزاج ملتا ہی نہیں میں بچپن سے لے کر جوانی تک ان کے ساتھ رہا ہوں اور کوئی دن میرا ان کے ساتھ مطابقت میں بسر نہیں ہوا انہیں دیکھ کر میرا دل تنگ ہوتا ہے اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ جسے دیکھ کر آپ کو خوشی نہ ہو وہ بھی آپ کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتا۔ ہر آدمی کو یہ تجربہ ہوگا کہ بعض لوگوں سے ہم لڑ پڑتے ہیں لیکن دل سے ان کی بہتری چاہتے ہیں۔ ان سے محبت ہوتی ہے۔ جیسے اولاد سے' بھائیوں سے' دوستوں سے تو ان کے دل میں ہماری محبت موجود رہتی ہے۔ بعض لوگوں کی ہم بڑی خوشامد کرتے ہیں۔ دل سے ان سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ بھی زبانی زبانی سلام کرتے ہیں۔ دل سے وہ بھی ہمیں نفرت سے دیکھتے ہیں اس لئے کہ دلوں کو دلوں سے ایک الگ رابطہ ہے۔ دلوں کا الگ راستہ ہے ہر دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ تو فرمایا جب میں انہیں دیکھوں تو میرا پارہ چڑھ جاتا ہے۔ بارالہ میرا دل گھبرانے لگتا ہے۔ میں چاہتا ہوں ان کا میں منہ توڑ دوں میری بات وہ کب مانیں گے۔ ایک بات' دوسری بات یہ ہے رب جلیل وا حلل عقدة من لسانی میری زبان میں لکنت ہے اس میں روانی بھی نہیں ہے کہ میں فر فر بیان کروں' دلیل بیان کروں' قائل کروں' سمجھاؤں میں تو رک رک کر بات کروں گا۔ فارسل الی ہارون میرا بھائی ہارون جو ہے اسے ان کے ساتھ کوئی ایسا نفرت کا تعلق بھی نہیں ہے۔ اس کی زبان بھی صاف ہے۔ آپ اسے نبی اور رسول بنا دیجئے۔ یہاں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ایک بندے کو رب کریم نے یہ رتبہ دیا کہ براہ راست اسے اپنے خطاب سے سرفراز فرمایا اور اسے شرف ہمکلامی سے نوازا اور اپنا رسول منتخب فرمایا اور اس کے ذمے ذمہ داری لگائی جا رہی ہے تو یوں عرض کرنا چاہئے تھا کہ یا اللہ یہ جو میرے دل میں کدورت ہے۔ اسے دور کر دے۔ میری زبان سے لکنت اٹھا دے اور مجھے قوت دے کہ میں ان کو سمجھا سکوں یہ وہ تب کہتے جب انہیں اپنی ذات کا اپنے مفاد کا۔ اپنے کمال کا ہوش ہوتا۔ ان کی توجہ ساری اس طرف تھی کہ جو رب جلیل میری ذمہ داری لگا رہے ہیں۔ وہ ذمہ داری احسن طریقے سے پوری ہونی چاہئے۔ اس میں میری جرنیلی کی ضرورت نہیں ہے کہ میں ہی کروں' کوئی کر دے لیکن اللہ کا ارشاد جو ہے اس کی تعمیل ہونی چاہئے۔ محض اپنی بھلائی یا محض اپنی بڑائی یا محض اپنی بزرگی محض اپنا کمال دکھانے کی ہوش نہیں ہے۔ وہ فکر بھی نہیں ہے کہ ڈیوٹی تو من جانب اللہ لگائی جا رہی ہے۔ اس میں مجھ میں اپنی جو کمی یا کمزوری ہے یا بیماری ہے اس کا علاج بھی مل گیا یا اللہ یہ میری مصیبتیں دور کر دے کہ میں جا کر بھاگ کر تیرا کام کروں فرمایا نہیں یا اللہ مجھ میں یہ یہ کمزوریاں ہیں اور تو مہربانی کر یہ ذمہ داری تو ہارون کو دے دے تاکہ تیری منشاء احسن طریقے سے پوری ہو جائے یہ ہوتا ہے اسلام یہ ہوتا ہے

اسلام ہے کیا جو نافذ ہونا چاہئے اور جو نافذ ہو گا اور جو ہو نہیں پا رہا ہم سے جسے ہم اسلام کہتے ہیں وہ کیا ہے۔ اسلام کیا کوئی جسم ہے۔ کوئی وجود ہے یا محض کوئی خبر ہے یا کوئی بات ہے۔ نہیں بلکہ اسلام ایک کیفیت ہے۔ بندے اور اس کے مالک کے درمیان خالق اور مخلوق کے درمیان ایک کیفیت ہے تعلقات کی ایک رشتہ ہے۔ وہ رشتہ کیسا ہے وہ نظر نہیں آتا دیکھا نہیں جا سکتا لیکن وہ چھپا بھی نہیں ہے۔

تعلق ہے۔ بندہ اس درجے کو پہنچ جائے جہاں وہ اپنی بات منوانے سے زیادہ رب العالمین کے حکم کی تکمیل میں کوشاں ہو جائے۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم اس فلسفے کو بھی نہیں سمجھ پاتے اسے دوسرے انداز سے دیکھیے۔ نبی علیہ الصلواۃ والسلام کی بعثت پر جن لوگوں کو نور ایمان نصیب ہوا۔ ان کا حال یہ تھا کہ اکثر و بیشتر ان میں غریب تھے اور بعض ایسے تھے جو کئی نسلوں سے غلام ابن غلام چلے آ رہے تھے۔ ان کی بہت بڑی مصیبت یہ تھی کہ وہ کافروں کے ایک طرح کے قیدی تھے وہ ان سے جانوروں کی طرح کام لیتے تھے۔ اگر کچھ چاہتے تو تھوڑا بہت کھانے کو دے دیتے نہ چاہتے نہ دیتے۔ ان کی کوئی عزت' کوئی آبرو' کوئی ان کا حق کوئی کچھ بھی نہیں تھا تو جب انہیں اللہ کا اتنا عظیم رسول مل گیا۔ رحمت العالمین کا دامن مل گیا تو وہ لپٹ جاتے اور کہتے یا رسول اللہ ہمیں ان کافروں کی غلامی سے چھڑائیے۔ ہمیں مال و دولت مل جائے اللہ ہمیں بھی گھر دے دے۔ جائیداد دے دے۔ ان کے برابر کا ہمیں بھی بنا دے۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر ہم بھی بات کر سکیں۔ کوئی تاریخ میں آپ کو یہ بات نہیں ملے گی کہ کسی نے بھی یہ خواہش کی بلکہ اس غلامی پر مزید مظالم بڑھ گئے اور کسی نے یہ گذارش بھی نہیں کی کہ یا رسول اللہ ان کافروں کے حق میں بد دعا ہی کر دیجئے یہ بھی کسی نے نہیں عرض کی اور اگر کبھی کسی نے کوئی گزارش کی تو صرف یہ کہا یا رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم کمزور ہیں۔ غلام ہیں' غریب ہیں' مفلس ہیں' اللہ کی راہ میں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ رب العالمین ہم سے ناراض ہو جائے۔ آپ کا دامن ہمارے ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے۔ حتیٰ کہ جب ہجرت کرنا پڑی تو یہ لوگ صاحب جائیداد تھے۔ صاحب مال تھے۔ جن کے گھر تھے۔ بڑے اچھے امراء حضرت عثمانؓ' حضرت ابو بکرؓ جیسے' فاروق اعظمؓ جیسے لوگ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ چلے آئے اور اللہ کی شان چند سال بعد مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور وہی لوگ فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوئے۔ کسی مہاجر نے اپنی زمین' اپنی جائیداد' اپنا مکان واپس نہیں لیا۔ بلکہ مکہ مکرمہ میں نماز قصر پڑھی کہ کبھی یہ بھی ہمارا گھر تھا۔ ہجرت سے پہلے اللہ کے لئے جو چھوڑ دیا۔ اسے چھوڑ دیا۔ اب اسے واپس لینے کا ہمیں حق نہیں ہے۔ اگر فتح ہو جائے تو بیت المال کا مال ہو گا۔ ہمارا نہیں ہے تو جب انہی لوگوں کے ہاتھوں شہر فتح ہو گیا تو اپنا گھر تو واپس لیتے' اپنی زمینیں تو واپس لیتے۔ اب تو ان کے قبضے میں تھا۔ انہوں نے کہا ہمارا کب ہے۔ ہم نے تو اللہ کے نام پہ چھوڑ دیا۔ اب یہ اللہ کا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ خود نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے بھی قصر پڑھی۔ مکہ مکرمہ میں اور صحابہ کرامؓ نے بھی صلواۃ قصر پڑھی کہ ہم مسافر ہیں۔ ہمارا یہاں گھر نہیں ہے۔ اللہ کی راہ چھوڑ چکے ہیں۔ جب دنیا نہیں تھی۔ طلب نہیں کی تھی اور جب دنیا آ گئی دنیا طلب

نہیں کی پھر یہی حال نہیں رہا کہ مفلسی ہی رہی بلکہ بہت بڑی فراخی آئی اور مدینہ منورہ کی گلیاں زر و جواہر سے اور سونے چاندی سے بھر گئی تھیں پانچواں حصہ بیت المال کو جاتا تھا۔ چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہوتے تھے اور کبارِ صحابہ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو کروڑ پتی نہ بن گیا ہو لیکن ان کا وہ رشتہ' وہ تعلق' وہ کیفیت جو غربی غریبی میں تھی۔ مفلسی میں تھی۔ ہجرت کے دوران تھی۔ امارات کے دوران بھی ویسی ہی رہی۔ حضرت ابو ہریرہؓ گورنر تھے مدینہ منورہ کے۔ اپنے کام خود کرتے تھے لکڑی کا گٹھہ سر پر رکھ کر لا رہے ہوتے تھے تو خود ہی آواز لگا رہے ہوتے تھے کہ گورنر کے لئے راستہ چھوڑ دو۔ اپنے جلانے کے لئے لکڑیوں کا گٹھہ سر پر ہوتا تھا اور بازار میں داخل ہوتے تو خود ہی دور سے آواز لگاتے تھے کہ راستہ چھوڑ دو گورنر کو گذرنے دو۔ ان کے گھر پہ جو قالین تھے وہ شہنشاہ ایران کے محلات سے مال غنیمت میں آئے ہوئے تھے۔ ٹخنوں ٹخنوں تک پاؤں اس میں دھنس جاتا تھا۔ فرماتے تھے بخ بخ ابی ہریرہ اپنے وہ دن مت بھولنا جب تو بھوک سے اور فاقوں سے بے ہوش ہو جایا کرتا تھا۔ بات امیری غریبی کی نہیں ہے۔ بات دنیا کے ہونے نہ ہونے کی نہیں ہے۔ بات اس رشتے کی ہے-----

اب اگر اسلام یہ ہے اور یقیناً" یہ ہے کہ اپنی ذات سے مقدم' اپنی ضروریات سے مقدم' اطاعت الٰہی کو رکھا جائے تو پھر یہ اسلام ہمیں تلاش کرنا پڑے گا چونکہ یہاں تو ہم نماز بھی پڑھتے ہیں کسی دنیاوی غرض سے کوئی نہ ہو تو سجدہ نہیں کرتے ہم اگر قرآن کریم پڑھنا چاہیں تو بہت کم خوش نصیب ہوں گے جو قرآن کو اللہ کی کتاب سمجھ کر سمجھنے کے لئے پڑھنا چاہیں۔ ورنہ اکثریت کیا سارا جہان ایک ہی بات چاہتا ہے کہ کہیں سے کوئی وظیفہ بتا دو قرآن سے جس کے پڑھنے سے مال آ جائے جس کے پڑھنے سے مقدمہ جیت جائیں۔ جس کے پڑھنے سے عہدہ بن جائے۔ جس کے پڑھنے سے فلاں کام ہو جائے۔ اس لئے نہیں پڑھنا تو تلاوت قرآن کا ایک اپنا لطف ہے۔ سمجھنا' عمل کرنا یہ مقصد ہے۔ لیکن ایک اور مزہ بھی ہے اس میں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اگر تم اللہ سے باتیں کرنا چاہو اگر کوئی یہ چاہے کہ میں اپنے رب سے بات کروں فلیقر القران وہ قرآن پڑھنا شروع کر دے۔ وہ دیکھے گا کہ اس کے ساتھ باتیں کر رہا ہے اللہ! اللہ کا قرآن اسے مخاطب کرے گا۔ اسے کام کرنے کا مشورہ دے گا۔ کسی کام سے رکنے کا حکم دے گا اس سے باتیں کر رہا ہو گا اب یہ اندازہ لگا لیجئے کہ ایک کیفیت ہے رب العالمین کے ساتھ روبرو بات کرنے کی اور جس کے ساتھ کسی کو تعلق ہو۔ کتنی حسرت ہوتی ہے اس سے بات کرنے کی اب اگر اس بات میں بھی سودے بازی آ جائے کہ بھائی بات تو کرتا ہوں آپ سے اس میں مجھے کیا ملے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے وہ رشتہ نہیں ہے درمیان میں کوئی لین دین کی بات ہے۔ سود و زیاں کی بات ہے۔ لیکن جسے تعلق یا رشتہ کہا جاتا ہے وہ درمیان میں نہیں ہے۔ وہی اسلام ہے تو جب ہماری ذات میں وہ رشتہ موجود نہیں ہے تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ دوسروں میں اس کی فراوانی ہو گی ابھی کل کی بات ہے کہ ہمارے محترم وزیر اعظم صاحب الیکشن میں بڑے دعوے سے فرما رہے تھے کہ ہم خلافت راشدہ کا نظام نافذ کریں گے۔ شائد آپ کو بھی یاد ہو مجھے یاد ہے پھر وزیر اعظم بننے کے بعد ٹیلی ویژن پہ تقریر کی اور فرمایا کہ یہ جو سود ہے یہ تو اللہ و اللہ کے رسول سے لڑائی ہے اور اس لعنت سے ہم بہت جلد چھٹکارا پائیں گے۔ آج بی بی سی کو انٹرویو دیا ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے انہوں نے فرمایا یار یہ شریعت کورٹ نے یہ تو کہہ دیا کہ سود حرام ہے۔ لیکن شریعت کورٹ نے

وئی متبادل نظام بنا کر نہیں دیا کہ اس کو بند کر کے وہ چلائیں۔ کیسے تبدیل ہو سکتا ہے۔ اس طرح کام تو ہو ہی نہیں سکتا اب اگر ایک بات سوچئے ایک آدمی ایک اسلامی ملک کا وزیر خزانہ ہے اور وہ مسلمان ہے اتنا پڑھا لکھا ہے کہ پورے ملک کی معیشت کو کنٹرول کرتا ہے۔ لیکن جب بات سودی معیشت کی آتی ہے وہ ماہر ہے یہودیانہ نظام کا۔ وہ ماہر ہے کافرانہ نظام کا۔ جب اسلام کی بات آتی ہے تو وہ کہتا ہے کوئی بتاؤ کیا کرنا ہے۔ یعنی کافرانہ نظام ہو تو آپ مشورہ نہیں لیتے آپ جانتے ہیں کہ اس طرح کرنا ہے۔ سودی نظام ہو تو وزیر خزانہ کو مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ جانتا ہے اس طرح کرنا ہے۔ اگر اسلام ہے تو وہ کیسا ہے کوئی بتائے۔ اس کا مطلب ہے مسلمان کوئی ہے۔ آپ نہیں ہیں۔ یعنی باقی پورے ملک کی معیشت آپ چلا رہے ہیں۔ کافرانہ نظام پر آپ میں اتنی قابلیت ہے۔ لیکن جب بات اسلام کی آتی ہے تو آپ کہتے ہیں کوئی بتا دے۔ اس کا مطلب ہے مسلمان کوئی ہے۔ اسلام کسی کا درد سر ہے۔ آپ کا نہیں ہے اور یہ انٹرویو دیا جا رہا ہے بی بی سی کو۔ یعنی ہمیں شرم بھی نہیں آتی کیا یہ کسی مسلمان کے لئے کم شرم کی بات ہے کہ کسی کافر سے یہ کہہ رہا ہو کہ مجھے کوئی بتائے اسلام کیا ہے؟ پھر تو میں اس پر عمل کروں۔ ابھی ہمیں یہ خوش فہمیاں بھی ہیں کہ یہ لوگ اسلام نافذ کریں گے ابھی تو خیر حکومت کے حکمرانوں کی بات ہے۔ ہم اپنی ذات میں دیکھیں تو ہمارا تعلق بھی دین کے ساتھ چھوٹے چھوٹے مفادات کا ہے۔ چھوٹی چھوٹی خواہشات کی تکمیل کا ہے۔ جبکہ اسلام اس بات کا نام ہے۔ کہ میرے ساتھ جو ہونا ہے۔ اس کی فکر کے لئے میرا رب کافی ہے۔ میں اپنے لئے فکر کروں بھی تو کچھ نہیں کر سکتا جو میرے ساتھ بیتے گی جو مجھ پر بیتے گی جو مجھ پر گذرے گی اسے دیکھنا۔ اسے سنبھالنا یہ میرے رب کا کام ہے۔ جو رب کا حکم ہو اس کی میں تکمیل کے لئے جان مال سے کس طرح کام آ سکتا ہوں یہ میری ذمہ داری ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں کہ میں اپنے رب کو راضی رکھوں۔ میرے پاس کیا ہے جو میں اس کی راہ میں خرچ کروں۔ جان ہے' مال ہے یا قوت بیان ہے یا عہدہ ہے یا شہرت ہے۔ کیا کیا ہے میرے پاس جو میرے پاس ہے اسے میں اس کی رضا کے لئے کس طرح صرف کر سکتا ہوں۔ جب یہ سوچ عام آدمی میں عام مسلمان میں عام شہری میں آئے گی نفاذ اسلام کا راستہ صاف ہو جائے گا۔ کوئی نہیں روک سکے گا۔آپ نے پاکستان بنتے دیکھا میری عمر کے لوگوں نے دیکھا جنہوں نے نہیں دیکھا انہوں نے سنا' پڑھا۔ قیام پاکستان کے لئے لوگوں نے اپنے مفادات سے بالاتر ہو کر قربانیاں دیں۔ جانیں دیں۔ مال دیئے۔ گھر چھوڑے۔ ہجرتیں کیں۔ سب کچھ لٹا دیا۔ اس لئے کہ ایک ایسی سرزمین بن جائے

جن مسلمانوں کو اسلام ابھی کسی نے آ کر بتانا ہے۔ یہ کون سی مسلمانی کی قسم ہے؟ یہ تو کوئی نئی قسم دریافت ہو گئی کہ مسلمان تو میں اور آپ ہیں۔ اسلام کوئی ہمیں آ کر بتائے۔ ایک کافر مسلمان وزیر خزانہ کو کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ معاشی نظام کیا ہوتا ہے لیکن یہ یہاں ہو رہا ہے اور یہ اس لئے ہو رہا ہے کہ ہم بھی اللہ کو اس لئے نہیں چاہتے کہ وہ اللہ ہے۔ ہم نے بھی اپنی بہت سی شرائط بہت سی ضرورتیں رکھی ہوئی ہیں جو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اسلام کے نام پر پوری ہو سکتی ہیں۔

جس پر اللہ کی اللہ کے دین کی حکومت ہو۔ جس پر اسلام کی حکومت ہو۔ انہوں نے جو کچھ ان کے پاس تھا وہ دیا تو پاکستان بنا۔ اب ہم جو کچھ یہ ہے بچا کر مزید کچھ لینا چاہتے ہیں اور ساتھ دعا بھی کرتے ہیں کہ اسلام نافذ ہو۔ یعنی اسلام کے لئے ہم میں سے کوئی بھی کچھ کھونا نہیں چاہتا کچھ قربان نہیں کرنا چاہتا۔ بیٹھے بٹھائے سوال یہ ہوتا ہے یہ کون کرے گا؟ یہ کیسے ہو گا؟ آج بھی ایک بڑا مزیدار خط تھا اور اس میں ایک جملہ تھا کہ اسلامی انقلاب کے آثار دور دور تک دکھائی نہیں دیتے۔ میں اصلاح کے لئے عرض کرتا چلوں کہ انقلابات کے آثار دور دور نہیں ہوتے۔ انقلابات کے جو آثار ہوتے ہیں وہ اپنے اندر سے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ دوربینوں سے دکھائی نہیں دیتے اور دور دور تک دکھائی نہیں دیتے۔ اگر یہ دور دور نظر آتے تو ہر حکومت ہر حکمران اس کا راستہ دور ہی روک دیتا۔ انقلابات جب آتے ہیں تو اس کے آثار اور اس کے اثرات ہر انسان کو اپنے اندر نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں اور ہر مسلمان جب یہ احساس کر لے گا کہ یہ تبدیلی میں لاؤں گا میں مسلمان ہوں جب ہم اس دائرے سے نکلیں گے ہم یہودیوں سے یہ کہہ رہے ہوں کہ شریعت بنچ نے کہہ دیا کہ سود حرام ہے۔ غیر سودی معیشت کا طریقہ کار نہیں بتلایا بھلا آپ ہی بتلایئے عدالت کے سامنے سوال تھا کہ معیشت سودی ہونی چاہئے یا بلا سودی۔ کیا اسے معاشی نظام بنا کر دینا تھا؟ یا صرف یہ فیصلہ کرنا تھا کہ دو میں سے صحیح کون ہے؟ عدالت کا کام تو فیصلہ دینا تھا کہ کون سی بات غلط اور کون سی درست ہے۔ اس نے کہہ دیا کہ سودی نظام مسلمانوں کے لئے حرام ہے' غلط ہے اور بلا سودی درست ہے۔ اب کوئی اپنی قوم کے اس قابل سپوت سے پوچھے کہ جو بڑے فخر سے کافرانہ نظام کو چلانے کا دعویٰ تو رکھتا ہے کہتا ہے کہ ملک انتہائی برے حال میں اور معاشی اعتبار سے انتہائی بدحالی کا شکار ہے لیکن ہم میں اتنی قابلیت ہے کہ ہم اسے سنبھال لیں گے۔ کافرانہ نظام معیشت سے۔ جب اسلام کی بات آئے تو وہی قابل وزیر خزانہ فرماتا ہے کوئی مجھے بتائے کہ یہ کیا ہوتا ہے؟ جن مسلمانوں کو اسلام ابھی کسی نے آکر بتانا ہے۔ یہ کون سی مسلمانی کی قسم ہے؟ یہ تو کوئی نئی قسم دریافت ہو گئی کہ مسلمان تو میں اور آپ ہیں۔ اسلام کوئی ہمیں آکر بتائے۔ ایک کافر مسلمان وزیر خزانہ کو کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ معاشی نظام کیا ہوتا ہے لیکن یہ یہاں ہو رہا ہے اور یہ اس لئے ہو رہا ہے کہ ہم بھی اللہ کو اس لئے نہیں چاہتے کہ وہ اللہ ہے۔ ہم نے بھی اپنی بہت سی شرائط بہت سی ضرورتیں رکھی ہوئی ہیں جو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اسلام کے نام پر پوری ہو سکتی ہیں۔ کچھ لوگ اللہ کرے ایسے بھی ہوں ایک طبقہ اللہ ایسا بھی پیدا کر دے جو اس بات سے گزر جائے کہ میرے ساتھ کیا ہو گا۔ میرے ساتھ کیا بیتے گی میرا کیا حشر ہو گا۔ یہ ذمہ داری وہ اس پر اعتبار کر لے کہ میرے رب کی ہے۔ وہ رب العالمین ہے میں اس کی مخلوق کا ایک حقیر بندہ ہوں اور میرے ہر حال سے ہر وقت وہ واقف ہے۔ وہ قادر ہے ہر چیز پر۔ وہی کچھ ہو گا جو اسے منظور ہے۔ جو وہ نہیں چاہتا وہ میرے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے حکم کی تکمیل کے لئے اس فکر میں لگ جائے کہ اس کے ارشاد کی تکمیل کے لئے میں کیا کر رہا ہوں۔ ایسی جمعیت جب پیدا ہو گئی تو انقلاب کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا یہ وہ لوگ ہوں گے یہ وہ خوش نصیب ہوں گے جو اسلامی انقلاب کا سبب بنیں گے۔ پوری دنیائے کفر کو یہ فکر ہے کہ اسلامی بنیاد پرستی کو روکا جائے۔ جو نئے وزیراعظم بنے ترکیہ کے۔ انقلابات ہیں زمانے کے یہ گزرتا ہوا وقت کہاں سے لوگوں کو کہاں پہنچا دیتا ہے۔ ترک وہ قوم تھی

جنہوں نے جب مسلمان ریاستوں پر زوال آیا تو اٹھ کر سنبھالا دیا اور صدیوں خلافت اسلامی کو سینے سے لگا کر روئے زمین پر اس کا بول بالا رکھا حرمین کا انتظام و انصرام سنبھالا۔ بے شمار تعمیرات کیں دنیا کو امن کا گہوارہ بنایا صدیوں تک کفر کے سینے پہ مونگ دلتے رہے اور ترک ہی وہ قوم تھی جس نے آخری دم تک خلافت اسلامی کو نبھایا اور جس دن ترکوں سے ختم ہوئی روئے زمین سے خلافت ختم ہو گئی۔ آج ترک وزیراعظم یہ کہہ رہا ہے وہ قوم جس نے صدیوں اسلام کی آبیاری کی وہ یہ کہہ رہا ہے کہ ہماری پہلی ترجیح ہو گی کہ اسلامی بنیاد پرستوں کو کچلا جائے ------ تفاوت راہ از کجا است ------

دیکھئے حالات نے کس قوم کو کہاں سے پھیرا اور کہاں پہنچایا۔ وہ جو اسلام کے لئے صدیوں خون دیتے رہے۔ آج وہ اپنے اسی خون سے اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں۔ کیوں آج اللہ اس پر راضی ہوتا ہے نہیں یہ اللہ کی رضا کے لئے نہیں یہ یہودیوں کی خوشنودی کے لئے کیا جا رہا ہے۔ اس نے علی الاعلان کہہ دیا ہم میں اتنی اخلاقی جرات بھی نہیں ہے کہ ہم علی الاعلان کہہ سکیں ہم زبانی دعوے ابھی تک نفاذ اسلام کے ہی کیے جا رہے ہیں جبکہ کام اسلام کو منہدم کرنے کے لئے کرتے ہیں تو میرے بھائی! حیات مستعار ہے۔ ہر آدمی موت کے منڈیر پہ چل رہا ہے۔ کیا خبر کونسا پاؤں اسے موت کی غار میں لے کر چلا جائے کونسا قدم لڑکھڑا جائے کونسا قدم آخری قدم ثابت ہو۔ کونسی سانس آخری سانس ثابت ہو۔ تو کیا ہماری زندگی صرف دنیوی مفادات کی طلب میں گزر جائے گی اگر یہ ہوا تو یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ کی دی ہوئی اس عظیم نعمت کو ہم نے ضائع کر دیا۔ جس کا نام زندگی ہے اور اگر اللہ نے ہمیں توفیق دی اور ہمیں وہ رشتہ نصیب ہو گیا وہ تعلق نصیب ہو گیا۔ اس کی ذات سے کہ ہم خود کو اس کے سپرد کر دیں کہ اپنی پوری توجہ اس کی ذات کے احکام کی تعمیل پہ لگا دیں کہ اس کے رسول کی خوشنودی پہ لگا دیں۔ اس کے دین کی سربلندی پہ لگا دیں یہ انقلاب ہمارے اندر آئے گا۔ تو اس کا ظہور وطن پر بھی ہو گا اور روئے زمین پر بھی ہو گا اللہ کریم ہمیں وہ جرات رندانہ دے۔ وہ درد دے۔ وہ توفیق دے اور وہ رشتہ نصیب کرے۔ ذات باری کے لئے ہم اپنی خواہشات نفس کو قربان کرنے کی جرات کر سکیں۔ باقی یہ سارے اداکار ہیں یہ دنیا ایک سٹیج ہے۔ یہ چند دنوں کی بات ہے۔ سب نقلی وزیراعظم ہیں۔ صدر ہیں، گورنر ہیں، کل کچھ نہیں تھے۔ آج ہیں کل پھر کچھ نہیں ہوں گے۔ کل مشت غبار تھے۔ قطرہ آب بنے۔ بچے تھے، لڑکے بنے۔ جوان ہوئے۔ صدر ہیں۔ وزیراعظم ہیں۔ پرسوں مشت خاک ہوں گے قبر کی آغوش میں۔ سب تماشا ہے۔ کچھ نہیں ہے۔ کسی سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سارا ایک تماشا ہے۔ ایک سٹیج ڈراما ہے اور ہر کوئی اپنے اپنے حصے کا پارٹ ادا کر کے چلتا جا رہا ہے۔ اپنے پارٹ کی فکر کیجئے کہ ہمارے حصے میں کیا ہے؟ ہم وہ لوگ ہیں۔ جن کے حصے کا پارٹ محمد رسول اللہ صلعم نے تجویز فرمایا ہے۔ جن کے حصے کا پارٹ خود اللہ نے لکھ کر ہمیں دیا ہے۔ جن کے حصے کا کردار اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی طرف سے ہمیں ملا ہے۔ ہمیں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ اس جہان رنگ و بو میں۔ ہم کیوں اس انتظار میں بیٹھے رہیں کہ فلاں کرے گا تو میں بھی کر لوں گا فلاں کرے نہ کرے مجھے اپنا پارٹ ادا کرنا ہے۔ اس فیصلے پہ اگر ہم پہنچ سکیں تو اسی کا نام انقلاب ہے۔ پھر ہمیں اس کے آثار دور دور دیکھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی پھر وہ جہاں جہاں ہمارے قدم جائیں گے وہاں وہاں انقلاب بھی جائے گا۔ کوشش کیجئے اپنے آپ کو فتح کرنے کی۔ اپنے آپ کو اس کی بارگاہ میں حاضر کرنے کی۔ اپنے اندر یہ تبدیلی پیدا کرنے کی اللہ کریم ہم سب کے لئے توفیق فرمائے۔

جنت کی حقیقت

مولانا محمد اکرم اعوان

اللہ جل شانہ نے جنت کی تعریف فرمائی اور اسے پانے کی ترغیب دلائی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دعاؤں میں جنت الفردوس اور جنت کا اعلیٰ درجہ مانگنے کی تلقین فرمائی جنت کے لئے اعمال کرنے کا حکم دیا قرآن حکیم نے جنت کی تعریف فرما کر فرمایا۔

وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون۔ اگر کسی کو لالچ ہی کرنا ہے یا طمع ہی کرنا ہے تو پھر اس نعمت کا کرے لیکن سوال یہ ہے کہ کبھی آپ نے یہ خیال فرمایا کہ جنت کی حقیقت ہے کیا جنت میں پہنچنے والے اللہ کے بندے جو ہوں گے ان کا معیار اور مقام کیا ہو گا۔ حدیث شریف میں اس آدمی کا ذکر ملتا ہے جو سب سے آخر جنت میں جانے والا سب سے نچلے درجے کا آدمی ہو گا تو جنت کا داخلہ پل صراط سے گذر کر ہو گا پل صراط وہ راستہ ہے جو دوزخ کی ایک تاریک ترین اور اندھیری اور سیاہ آگ سے دھڑکتی ہوئی وادی پر سے گزرتا ہے۔

وان منکم الا واردھا۔ تم میں سے ہر ایک کو اسی راستے سے جانا ہے اس وادی سے گزرنا ہے۔ اثر یہ ہو گا کہ جب لوگ پل صراط پر پہنچیں گے تو کافر کے لئے تو پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ہوگی وہ تو دوزخ کے کنارے سے اس وادی میں گرتا چلا جائے گا۔ مسلمان اپنے اعمال کے حساب سے یا اپنے نور ایمان کے حساب سے اس پر سے گزر سکیں گے اور اس گزرنے کے حالات بھی مختلف ہوں گے یہ بات بھی احادیث مبارکہ میں ملتی ہے کہ صحابہ کرام جب گزریں گے تو جیسے بجلی کوند جاتی ہے اس طرح سے گزر جائیں گے۔ اس کے باوجود دوزخ کی وہ گھاٹی دعا کرے گی کہ اے بار الٰہا اگر ایسے ہی لوگ گزرتے رہے تو میں سرد ہو جاؤں گی یہ میری آگ بجھا دیں گے کچھ ہوا کی تیزی کے ساتھ کچھ گھوڑے جیسی رفتار کے ساتھ جیسا جیسا کسی کا یقین نور ایمان اعمال کی قوت کے حساب سے ہو گا۔ پھر کچھ لوگ گرتے پڑتے گھسٹتے چل پڑے رک گئے۔

نور یسعٰی بین ایدیھم۔ آگے آگے ان کا نور ایمان روشنی کرتا ہوا چلا جا رہا ہو گا۔ کفار بھی چلائیں گے کہ رک جاؤ ہمیں بھی تھوڑی سی روشنی میں کہیں پاؤں رکھنے دو لیکن وہ وقت تو نہیں ہوگا پھر اس سے کم درجے کے لوگ جو گرنا شروع ہو جائیں گے کوئی اگلے سرے کے قریب پہنچ کر اعمال ختم ہو گئے وہ پل سے گر گیا جہاں گرا وہاں سے آگے وادی اسے پھر پیدل چل کر عبور کرنا ہے وہاں پیدل کتنا فاصلہ ہے۔ کتنا عرصہ ہے۔ کیا لگے گا یہ وہ آپ ہی جانے کوئی نصف میں گر گیا کوئی پیچھے جہاں جہاں ختم ہوتے گئے گرتا گیا تو ایک بندہ ایسا ہو گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو کھڑا ہو گا پھر گرنے لگے گا پھر لیٹ جائے گا پھر گھسٹے گا پھر ابھی گرا ابھی گیا پھر بچ گیا پھر لٹکتا پھنکتا اب گرا تب گرا۔ آخر وہ وادی عبور کر کے اگلے کنارے پہنچ جائے گا یہ آخری بندہ ہو گا جس نے پل صراط عبور کیا ہو گا لیکن اس کنارے پر جا کر بیٹھ جائے گا آنے جانے کے لئے اس کے پاس زاد راہ نہیں ہو گا۔ اب پیچھے دیکھتا ہے تو دوزخ بھڑک رہا ہے سامنے دیکھتا ہے

ایسی ریاست ہو گی ایسی حکومت ہو گی ایسی بادشاہت ہو گی ہر جنتی کی جس کی نظیر دنیا میں سوچی ہی نہیں جاسکتی۔ درختوں پر، پتوں پر، بادلوں پر، بارشوں پر، روشنی پر، تاریکی پر، غذا پر، ہوا پر، پھلوں پر، دریاؤں پر، نہروں پر، چشموں پر، زمین کے قطعات پر گھاس پر فصلوں پر اس بندے کی حکومت جسے جو کہتا ہے کرتا ہے لباس پر حکومت ہے اعضاء و جوارح پر حکومت ہے

تو اسے دور سے جنت کے انوارات اور جنت کے محلات نظر آتے ہیں تو کچھ عرصہ تو بیٹھے گا پھر دعا کرے گا اور ساتھ یہ بھی عرض کرے گا کہ بارالٰہا میں کچھ نہیں مانگتا اس کے بعد کوئی دعا نہیں مانگوں گا مجھے اس جہنم سے دور کر دے اور جنت کے قریب کر دے کہ اب میں اس کے کنارے پر بیٹھا ہوں اور جنت کو دور سے دیکھ رہا جسم پر بدل کر لباس ویسا ہو جائے گا اگر جنتی کسی سمت کو چل رہا ہے اور راستے میں نہر ہے دریا ہے پانی ہے تو اسے راستہ بدلنے یا پل تلاش کرنے یا کشتی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی وہ چلتا جائے گا اور پانی اس کے لئے جگہ بناتا جائے گا سخت ہوتا چلا جائے گا وہ جیسے جا رہا ہے وہ رکاوٹ نہیں آئے گی راستے میں درخت ہے۔ پھول ہے۔ جھاڑی ہے اسے پھر کر نہیں جانا ہو گا وہ درخت یا جھاڑی راستے سے ہٹ کر جگہ دے دے گی اور پھر اپنی جگہ آ جائے گی درخت پر پھل لگا ہوا ہے تو اس کا دل چاہے میں یہ پھل کھاؤں تو وہ جھک کر پیش کر دے گا۔ اسے پھل اتارنے کا تکلف نہیں کرنا پڑے گا اس طرح کے بے شمار انعامات جن کا حاصل یہ ہے کہ جو وہ چاہیں گے اس ریاست میں ان کی مکمل حکومت ہوگی انہیں قرآن حکیم جگہ جگہ ارشاد فرماتا ہے۔

تجری من تحتھا الانھار اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ جنت کی نہریں ان کے تابع ہوتی ہیں۔ ان کے حکم سے بہتی ہیں۔ ایک پانی یہاں بہہ رہا ہے وہ جنتی چاہے گا کہ نہیں یہ تو اس طرف بہنا چاہئے تو اس پورے نالے یا نہر کا رخ بدل کر اس کے ارادے کے ساتھ ادھر چلا جائے گا یعنی ایسی حکومت ہوگی جس کی مثال نہ دنیا میں ملتی ہے اور نہ سوچا جا سکتا ہے۔

ہمارے ایک ہیڈ ماسٹر ہوا کرتے تھے اللہ انہیں غریق رحمت کرے۔ انہوں نے ایک دفعہ صبح کی یہ جو اسمبلی ہوتی تھی۔ اس میں ایک بات کی مجھے ابھی تک ان کی وہ بات بڑے پیارے انداز سے یاد ہے بچے تقریریں کرتے تھے اسمبلی میں۔ کسی نے جنت کے بارے میں کچھ بیان کیا تو وہ آخر میں کہنے لگے کہ دیکھو جنت کی باتیں اللہ ہوں۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کریم فرمائیں گے کہ بنی آدم کہتا تو ہے کہ پھر کچھ نہیں مانگوں گا لیکن مانگنے سے نہیں ہٹے گا۔ بہرحال اس کی یہ آرزو پوری کر دی جائے گی۔ اسے جنت کے قریب کر دیں گے۔ غرض اسی طرح بالآخر وہ اس بات پہ پہنچ جائے گا کہ بار الٰہا یہ جو ایک درخت نظر آتا ہے۔ تیری جنت بے شمار وسیع ہے اس کی وسعتوں کی کوئی حد نہیں۔ بے حساب انعامات اور نعمتیں ہیں یہ ایک درخت جو مجھے نظر آرہا ہے۔ یہ ایک درخت مجھے دے دو میں پھر کچھ نہیں

مانگوں گا پھر بھی اسے یہی ارشاد ہوتا ہے کہ مانگنے سے تو باز نہیں آؤ گے لیکن تمہیں یہ عطا کیا جاتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس ایک درخت کے سائے میں اسے ستر ہزار محلات ہزاروں خدام' ہزاروں قسم کی نعمتیں اور ایک طرح کی ایک ریاست اور ایک سلطنت نصیب ہو جائے گی۔

اذا رائیت ثم رائیت نعیما و ملکا کبیرا۔ جسے بھی تو دیکھے گا اس کے پاس نعمتوں کا کوئی شمار نہیں ہو گا اور اس کے پاس بہت بڑی سلطنت ہو گی ملکا" کبیرا دنیا کو کبیر نہیں کہا اللہ نے لیکن ہر جنتی کے رہنے کی جگہ یا اسکی ملکیت کو ملک کبیر کہا ہے۔ بہت بڑی سلطنت ہو گی ہر ایک جنتی کے پاس سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب میں بہت سی احادیث جو جنت کے حالات پہ دال ہیں اور بہت سی احادیث جو دوزخ کے حالات بیان کرتی ہیں جمع کی ہیں تو جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ وہ جو چاہیں گے وہ ہو جائے گا مثلاً" وہ چاہتا ہے کہ لباس اس طرح کا ہو تو لباس تبدیل کرنے کی تکلیف نہیں کرنی پڑے گی۔ اس کے ارادے کے ساتھ اس کے نے قرآن میں جاتی ہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سمجھائی ہیں لیکن اللہ کا بتانا اس کی شان کے مطابق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سمجھانا اس کی شان کے مطابق ہماری سمجھ ہماری سمجھ ہے۔ ہم اپنی حیثیت سے سمجھیں گے پھر انہوں نے ایک مثال دی کہ ایک آدمی ہو جو دور دراز جنگل میں رہتا ہو اور جس نے کبھی پیسہ تک نہ دیکھا ہو کوئی بیل گاڑی تک نہ دیکھی ہو تو اس کے پاس تصور ہی نہ ہو پیسہ کیسے چلتا ہے اب اسے آپ سمجھانا چاہیں کہ جی ریل ہوتی ہے اور اس میں ایئر کنڈیشن کمرے ہوتے ہیں جس کی اس طرح پٹڑی بچھی ہوتی ہے۔ ان کمروں میں اس طرح صوفے بچھے ہوتے ہیں۔ اے۔ سی اس طرح موسم کو کنٹرول کرتا ہے۔ کھانا پینا ایسا ہوتا ہے تو آپ اسے لاکھ سمجھائیں کہ جی ان تیرے کوٹھوں جیسے کوٹھے لیکن وہ بڑے شاندار ہوتے ہیں۔ ان میں بڑے وہ ہوتا ہے تو وہ جو سمجھے گا بھی وہ اپنی استعداد کے مطابق ہی سمجھے گا حقیقتاً" جو کچھ ریلوے کا ایئر کنڈیشن کمپارٹمنٹ ہے وہ اس کے ذہن میں نہیں آتا تو وہ کہنے لگے کہ جو جنت کا حال ہے وہ ہم نہیں سمجھ سکتے ہم اسے جتنا سنتے ہیں پھر اسے اس دنیوی معیار کے مطابق ہی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سو ایک بات سمجھ لیجئے کہ ایسی ریاست ہو گی ایسی حکومت ہو گی ایسی بادشاہت ہو گی ہر جنتی کی جس کی نظیر دنیا میں سوچی ہی نہیں جاسکتی۔ درختوں پر' پتوں پر' بادلوں پر' بارشوں پر' روشنی پر' تاریکی پر' غذا پر' ہوا پر' پھلوں پر' دریاؤں پر' نہروں پر' چشموں پر' زمین کے قطعات پر گھاس پر فصلوں پر اس بندے کی حکومت جسے جو کہتا ہے کرتا ہے لباس پر حکومت ہے اعضاء و جوارح پر حکومت ہے۔ یہ آپ کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ آخرت کے جو درجات ہیں وہ بھی عمل کی جزاء ہیں اور جو سزائیں ہیں وہ بھی عمل کی جزا ہیں جیسا عمل ہو گا اس طرح کی جزا یا سزا اگر برا عمل ہے تو جس طرح کا عمل ہے اس طرح کی سزا دی جائے گی۔ نیکی جیسا نیک عمل ہو گا اس طرح کی جزا مرتب ہو گی۔ تو اگر جنت میں اس طرح کی سلطنت ملنی ہے۔ اتنی بڑی بادشاہت نصیب ہونی ہے۔ ہر اہل جنت میں سے ہر آدمی کو تو اس کا مطلب ہے کہ دن اللہ
کی بادشاہت قائم کرے گا تو بدلے میں ا
بادشاہت ملے گی۔ بڑی سادہ سی با
کو زندگی بھر یہ خیال ہی نہ آ
دین کی بادشاہت قائم کر

میں جنت کے لئے سوچ بھی نہیں سکے گا اور یہی بات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمائی کہ کسی کو زندگی بھر یہ خیال ہی نہیں آیا کہ میں بھی جہاد کرتا میں بھی شہید ہوتا تو وہ

فقد مات موته الجاهليه۔ میری بعثت سے پہلے کی موت مرا ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ منافق کی موت مرا یعنی اسے لذت ایمان نصیب نہیں ہوئی یہ جو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا

ان الله اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنته کہ ان کا جان و مال اللہ نے خرید لیا ہے۔ بان لهم الجنته جنت کے بدلے میں جنت دے گا۔ اس سے مراد یہی ہے کہ یہاں اپنی جان سے اپنے مال سے اپنے علم سے اپنی کوشش سے اپنی محنت سے اس زمین پر وہ اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کی کوشش کرے گا ورنہ وہ تو حاکم مطلق ہے ہی۔

لا تتحرک ذرة الا باذن الله۔ ہر چیز اس کے دست قدرت میں ہے۔ وہ حکومت میں کسی کا محتاج نہیں

حکومت، حکومت کے بدلے ملے گی اگر یہاں اللہ کے دین کو ہم نے حکومت دینے کی نہ سوچی وہاں حکومت ہمیں دینے کی کوئی نہیں سوچے گا بڑی سادہ سی بات ہے چونکہ جزا اعمال کا صلہ ہے۔

جہاں اس نے بندے کو اختیار دیا ہے اس اختیار میں بندہ اس کی حکومت کو داخل ہونے نہیں دے رہا وہاں وہ اپنی انا کی تسکین کے لئے خود کو حاکم سمجھ بیٹھا ہے۔ اب مومن وہ ہے جو بندے کے اس دائرہ اختیار کے اندر بندے کی اس انانیت کے مقابل آکر اس کا زعم باطل توڑ دے اور اللہ کی حاکمیت اس سے منوائے تو یہاں اللہ کے بندے اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس کی بنیاد اپنی ذات سے اپنے وجود سے اپنے نفس سے ہوتی ہے اپنی انا اپنا نفس اپنا وجود اپنی ذات اپنی حاکمیت چاہتی ہے ہر معاملے میں اپنی رائے منوانا چاہتی ہے اور اللہ کا بندہ اس کے مقابلے میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو لاتا ہے۔ اپنی ذات سے آگے قوا انفسکم اپنے آپ کو بچاؤ۔ و اهلیکم اپنے اہل کو بچاؤ۔ النار آگ سے، دوزخ میں گرنے سے بچاؤ۔ جنت میں پہنچاؤ۔ ان سب کو کس طرح ان سے حاکمیت الٰہی منواؤ تاکہ انہیں وہاں جنت کی حکومت نصیب ہو۔ ذات اور خاندان کے بعد ماحول اور تعلقات اس کے دوستوں کی بات آتی ہے معاشرے کی بات آتی ہے اور یہی طبقات ہیں جنت کے بھی کہ کسی نے بھی کہاں تک حاکمیت الٰہی قائم کی۔ اس طرح سے اس درجات اولیٰ پانے کا مستحق ٹھہرا۔ شہید کیوں زیادہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ شہید کے خون کا ایک قطرہ جو زمین پہ گرتا ہے دنیا و مافیها سے اللہ کریم کو زیادہ محبوب ہے۔ اس لئے کہ اس نے اپنی جان لڑا دی حاکمیت الٰہی کو قائم کرنے کے لئے اور وہ کر سکا یا نہ کر سکا۔ یہ مقصود نہیں ہے مقصود یہ ہے کہ جو اس کے بس میں ہے وہ کر گزرا یا نہیں یہ تو آخرت کو اللہ کے نبی بھی بعض ایسے ہوں گے۔ جن کے ساتھ ایک نفر بھی نہیں ہو گا بعض ایسے ہوں گے کسی کے ساتھ ایک کسی کے ساتھ دس لیکن ان کی سوانح حیات اگر پڑھی جائے تو وہ اپنی پوری زندگی اس بات پر صرف کر گئے ہوں گے کہ حاکمیت الٰہی قائم ہو۔

سو ہر آدمی کو دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا سرمایہ داؤ پہ لگا رہا ہے یہ نہیں کہ نتیجہ کیا نکل رہا ہے۔ نتیجہ اس کے دست قدرت میں ہے حاکمیت الٰہی قائم ہوتی ہے اسلام نافذ ہوتا ہے یا خدا نخواستہ نہیں ہوتا وہ اس کے دست قدرت میں ہے وہ لوگوں کے نصیب پر ہے زمین کی اپنی

قسمت ہے وہ زمانے کا اپنا مقدر ہے وہ شب و روز کا بھی ایک تعلق ہے اس کے ساتھ ہواؤں اور فضاؤں کا تعلق ہے اس کے ساتھ زمین کے ٹکڑوں اور پہاڑوں اور وادیوں کا تعلق ہے اس کے ساتھ پتہ نہیں وہ ان پر آگ بھڑکانا چاہتا ہے یا گل کھلانا چاہتا ہے یہ اس کی مرضی کہ وہ کون سی ہواؤں کو اپنی عظمت کے گیت سنوانا چاہتا ہے اور کون سی ہواؤں کو اپنی نافرمانی کی آلائش کی سزا دینا چاہتا ہے یہ اس کی مرضی۔ ہو گا وہی جو وہ چاہے گا لیکن بندے سے یہ پوچھا جائے گا کہ بد سے بدترین حالات میں بھی تو نے جو کچھ تیرا سرمایہ تھا تو نے وہ بازی لگا دی میری حاکمیت قائم کرنے کے لئے یا نہیں جس نے لگا دی اب ضروری تو نہیں کہ ہر شہید جو ہے وہ اسلام نافذ کر کے دنیا سے گیا وہ تو اس راہ میں جان ہار گیا پتہ نہیں بعد میں کیا ہوا لیکن اس کے پاس جو سرمایہ تھا وہ پورا اس داؤ پر لگا دیا۔ اب اسے اللہ نے یہ حق دے دیا کہ اسے جنت میں بہت اعلیٰ مقام دے کر اسے شہنشاہیت دے دی۔

تو میرے بھائی یہ جو جنت' جنت' ثواب' ثواب کی رٹ لگی رہتی ہے اسے ہم بالکل گول مول ہی مانتے ہیں۔ ثواب کو کبھی بھی ہم نے پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ مولانا یہ ثواب ہے کیا جو ہمیں ملتا ہے یا جو آخرت میں ملے گا وہ کیا چیز ہے کوئی گڑ کی طرح کی ہے۔ کھانڈ کی طرح کی ہے۔ کھانے کی ہے۔ پینے کی ہے۔ اوڑھنے' بچھونے کی کیا چیز ہے کیا ڈیفینیشن Definition ہے اس کی یہ ہم نہیں پوچھتے اس طرح ہم ساری زندگی جنت جنت کرتے رہتے ہیں لیکن ہم یہ نہیں سوچتے کہ جنت آخر ہے کیا اور اہل جنت کا جو ایک عمومی تصور ہے انہیں کیا سہولت میسر ہو گی کوئی ایک تو عمومی تصور ہونا چاہئے عمومی تصور جنت کا جو قرآن حکیم نے بھی دیا۔ حدیث مبارک نے بھی دیا وہ یہ ہے کہ ہر جنتی سلطان امیر اور شہنشاہ حاکم ہو گا ساری جنت اس کی محکوم ہو گی فرشتے اس کی ابرو کے اشارے کے انتظار کریں گے درخت اور ہوائیں چشمے دریا سڑکیں راستے گھر اور مکان اس کے تیور پہچانیں گے کہ یہ کیا چاہتا ہے اسکی پسند کو دیکھ رہا ہو گا کہ وہ کس طرح کا لباس چاہتا ہے۔ گرمیوں کا چاہتا ہے' سردیوں کا اس کے چاہنے پہ اس کے خواہش کرنے پہ تبدیل ہو جائے گا اسے لپیٹنا اور بچھانا نہیں پڑے گا۔ کوئی بکس کھول کر نئی چادر نکالنی نہیں پڑے گی کوئی رضائی جمع کرا کے اس کی جگہ کمبل نہیں مانگنا پڑے گا جو وہ سوچے گا وہ ہو جائے گا اور ایسی حکومت کا تصور تو یہاں نہیں ہے۔ حکومت' حکومت کے بدلے ملے گی اگر یہاں اللہ کے دین کو ہم نے حکومت دینے کی نہ سوچی وہاں حکومت ہمیں دینے کی کوئی نہیں سوچے گا بڑی سادہ سی بات ہے چونکہ جزا اعمال کا صلہ ہے۔

ایک بزرگ ساتھی تھے تو بڑے سادہ آدمی تھے جج کو جگ کہتے تھے انہیں جگ اور جج میں فرق نہیں آتا تھا سادہ آدمی تھے۔ سیشن جج کو جگ کہا کرتا تھا۔ تو ویسے دوستوں کی عادت ہوتی تھی ان سے ہنسی ہنسی میں باتیں پوچھتے رہے پوچھنے لگے کہ حضرت قبر میں یہ کیا کر رہا ہے دنیا میں تو جو کچھ کرتا رہا بڑی شہرت تھی اس کی۔ وہ کہنے لگا یار مجھے تو یوں سمجھ آتی ہے کہ یہ دونوں ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر کھا رہا ہے۔ خود ہی کاٹ کاٹ کر کھا رہا ہے اور خود ہی خون و خون ہو رہا ہے بڑی اذیت میں مبتلا ہے پھر کاٹتا ہے' پھر کاٹتا ہے حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ساتھ تھے فرمانے لگے کہ اس کو اتنا بھی نہیں پتہ کہ جزا و سزا از قسم اعمال ہوتی ہے یہ زندگی بھر ہاتھوں سے ہی لوگوں کی تقدیروں کے فیصلے لکھتا رہا اور لکھتا رہا غیر اسلامی قانون کے مطابق ۔ اس غریب نے اگر کسی کو انصاف بھی دیا تو

وہ شرعی انصاف نہیں تھا نہ شرعی گواہوں کی بنیاد پر تھا اور نہ شرعی قانون کے مطابق تھا اس نے تو کسی حقیقی قاتل کو بھی سزائے موت دی تو وہ بھی اس کے ذمے قتل ہی رہا چونکہ وہ سزائے موت شریعت اسلامیہ کے مطابق نہیں دی اس نے قانون انگریزی کے مطابق دی ہے اور شہادتیں اس کے مطابق لی ہیں تو جو چونکہ اس سارے اعمال کا مدار اس کے ہاتھوں پر تھا تو اب ہاتھوں کو کاٹتا رہے تا قیام قیامت' حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی یہ تشریح فرمائی۔

تو یہ تو طے ہے علماء حضرات جانتے ہیں کہ جزا و سزا از قسم اعمال ہے اور جنت بہت بڑی سلطنت بہت بڑی شہنشاہیت اور ایسی حکومت ہر جنتی کو ملے گی جس کے بارے میں دنیا میں تو سوچا ہی نہیں جا سکتا کہ کوئی ہواؤں کو اشارہ کر دے کوئی روشنیوں کو اشارے سے بلا لے یا ہٹاوے کوئی اوقات کو صبح شام کو تبدیل کر دے۔ کوئی درختوں کو حکم دے۔ وہ پھل دے جائیں کوئی پرندے کو بلانا چاہے تو اس کے قدموں میں ڈھیر ہو یہ تو بڑی عجیب بات ہے دریاؤں کا رخ بدل دے جہاں چاہے ہوا چلے جہاں چاہے رک جائے۔ جس جھاڑی پہ چاہے پھول کھل جائیں جس درخت پہ چاہیں پھل "لگ جائیں وہ سوچتا جائے اور ہر چیز اس کا حکم مانتی چلی جائے۔ اسے یہ تکلف ہی نہ کرنا پڑے کہ وہ زبان سے حکم دے ایسی حکومت کہاں ہو گی بھائی اگر یہی سلطنت یہی رعب و دبدبہ یہی شان حکمرانی لینے کی طلب ہے تو پھر یہاں اس کی حاکمیت قائم کرنے کے لئے جان لڑا دینی چاہئے۔ چونکہ جزا از قسم اعمال ہو گی انہی لوگوں کو نصیب ہو گا یہ شان جو یہاں اس کی عظمت کے جھنڈے گاڑنے کا تہیہ کر لیں گے جو ان کے پاس ہے دام و درہم قدم سخن اپنا سرمایہ اپنی زبان اپنا علم اپنی قابلیت اپنے تعلقات اپنے وسائل اگر وہ یہ چیزیں لگا دیتے ہیں اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کے لئے کسی فرد کسی جماعت کسی ذات کی نہیں اگر کسی ذات کی بات آتی ہے تو خدا کے بعد صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ کسی دستور کی بات آتی ہے تو صرف اللہ کی کتاب ہے۔ کسی جماعت کی بات آتی ہے تو وہ صرف اہل اسلام ہیں

میں اگلے دن سن رہا تھا بڑے زور شور سے یہ شور کر رہے تھے بی۔ بی۔ سی والے اور وہ اس بات پہ چڑ رہے تھے کہ یہ اسلام جو Islam has monoplied the truth-ہے انہوں نے سچائی کو اپنی مملکت سمجھ رکھا ہے مناپلی بنا لی ہے کہتے ہیں کہ ہم ہی سچے ہیں اور کوئی سچا نہیں ہے وہ اس انداز میں بات کر رہے تھے کہ سننے والے پر یہ اثر ہو کہ یہ واقعی زیادتی کر رہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں ساری سچائی صرف ہمارے پاس ہے باقی سب جھوٹے ہیں یہ وہ بات تھی جو فرعون نے اہل دربار سے کہی تھی یا موسیٰ علیہ السلام نے آخرت کی اور بخشش کی بات کی کہ کفر جو ہے اس کا انجام برا ہے تو فرعون نے کہا کہ پھر تمہارا مطلب یہ ہوا کہ یہ ہمارے باپ دادا اور اہل دربار کے باپ دادا جو پہلے مرگئے وہ سب جھوٹے تھے سارے عذاب میں اور جہنم میں گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے فوراً" بات پلٹ دی فرمایا جو چلے گئے ان کا معاملہ میرے رب کے پاس ہے۔ وہ ان کے اعمال سے بھی واقف ہے ان کے کردار سے بھی واقف ہے اور ان کے انجام سے بھی واقف ہے وہ میرا مسئلہ نہیں ہے میرا مسئلہ تم ہو جو زندہ ہو تم جس طرف جا رہے ہو یہ راستہ دوزخ کو جاتا ہے۔ وہی حربہ یہ بی بی سی والے آزما رہے تھے کہ باقی ساری قوموں کو خلاف اسلام متحد کیا جائے اس بات پر کہ دیکھو یہ مسلمان کہتے ہیں کہ ساری سچائی ہمارے پاس ہے۔ اب اس پر

سو ہر آدمی کو دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا سرمایہ داؤ پہ لگا رہا ہے یہ نہیں کہ نتیجہ کیا نکل رہا ہے۔ نتیجہ اس کے دست قدرت میں ہے حاکمیت الٰہی قائم ہوتی ہے اسلام نافذ ہوتا ہے یا خدا نخواستہ نہیں ہوتا وہ اس کے دست قدرت میں ہے

ایک طرح سے وہ پھبتی بھی کس رہے تھے کہ یہ مانگ کر کھاتے ہیں دوسروں کا جھوٹا لباس پہنتے ہیں دوسروں کا قانون مانگ کر اپنایا ہوا ہے دوسروں کی طرز معیشت کی پیروی کرتے ہیں دوسروں کا انداز حیات اپناتے ہیں اور پھر کہتے ہیں تم جھوٹے ہو ہم سچے ہیں لو دیکھو کبھی نقل اتارنے والے نقال بھی سچے ہوتے ہیں۔ اس ایک جملے نے آج کے مسلمانوں پر ہمارے کردار پر کتنی چوٹ لگائی لیکن ہم یہ سارا کچھ سنتے دیکھتے ہیں ٹس سے مس نہیں ہوتے اور ہر بندہ اپنے آپ کو جنت کا مالک سمجھ کر بیٹھا ہے لیکن یہ یاد رکھو اللہ سب کو دیکھ رہا ہے ہمیں کیا اعتراض جنت اس کی بندے اسی کے سب کو دے لیکن جو اصول ہیں ان میں نظریوں آتا ہے کہ وہاں تک پہنچنے کے لئے یہاں اس کی شاہی قائم کرنے کیلئے محنت کرنا پڑے گی۔ راستہ یہ ہے اصول یہ ہے طریقہ یہ ہے آگے اس کا دینا اس کی مرضی اس کی عطا جسے چاہے وہ دے اس کی عطا پر تو کوئی قدغن نہیں لگائی جا سکتی تو میرے بھائی اپنی بہترین کوشش اس بات میں صرف کر دو کہ زمین پر اللہ کی حکومت، اللہ کے دین کی حکومت قائم ہو۔ آپ کی سلطنت اللہ آپ کو عطا کر دے گا اور ایسی بادشاہی دے گا جس کے بارے میں کبھی کسی نے سوچا بھی نہیں۔ ہماری محنت سے اس کی حکومت قائم نہیں ہو گی اس کی حکومت قائم ہے اسے کوئی خطرہ نہیں۔ ان کے پاس کوئی اختیار نہیں نہ پیدا ہونے کا، نہ مرنے کا، نہ اپنا قد بڑھانے گھٹانے کا، نہ اپنی صورت تبدیل کرنے کا، نہ اپنے بخت عقل و شعور بدلنے کا کچھ بھی نہیں اس نے جتنی نعمتیں دی ہیں جب جی چاہے گا واپس لے لے گا، اف نہیں کر سکتا نظر لے لے، سماعت لے لے وہ ٹانگیں لے لے کوئی نعمت واپس لے لے کوئی چوں نہیں کر سکتا اس کا اقتدار اعلیٰ قائم ہے اسے کوئی خطرہ نہیں منوانا اس تھوڑے سے وقفے میں ہے جس میں آدمیوں کے پاس اختیار ہے چھوٹے سے چھوٹے سے وقفے میں چھوٹی سی فکر میں چھوٹے سے عمل میں آدمی جہاں مختار ہے وہاں وہ اپنی مرضی کرتا ہے وہاں جو لوگ اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کے لئے اپنی جان لڑا دیں گے انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہ حاکم اور سلطان بنا دے گا اور جو رہ گئے رہ گئے۔

تو میرے بھائی! اس مختصر سے وقت میں جنت کی جو چھوٹی سی تصویر بن سکتی تھی میری فکر میرے شعور میں جو اللہ نے میری سمجھ میں بات دی ہے اس کے مطابق یہ تصویر بنتی ہے جنت اور اہل جنت کی اللہ نے آپ کو مانگنے کا حکم دیا اللہ کے نبی علیہ السلام نے مانگنے کا حکم دیا حاصل کرنے کا حکم دیا ضرور محنت کرو حاصل کرو اللہ کی بڑی نعمت ہے لیکن اس کا طریقہ اور صحیح راستہ یہ ہے اللہ کریم توفیق عطا فرمائے ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ہمارے کردار اور فکر میں قوت پیدا کرے۔

دعائے مغفرت

اٹک کے سلسلہ کے ساتھی حاجی محمد سلیمان کے والد ماجد اور وارث خان کے بھائی جمعہ خاں اور خان بہادر وفات پا گئے ہیں۔ احباب سے دعا کی اپیل ہے۔

عدالت

مسز مہجر بلال

مہذب معاشرے میں عدالت کو بڑی اہمیت حاصل ہے جب سے دنیا معرض وجود میں آئی ہے۔ ہر معاشرے میں عدالت کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی ہے۔ کہیں جنگل کا قانون "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" "Right is Might" رہا اور کہیں قبیلے کے سردار کے منہ سے نکلا ہوا لفظ قانون سمجھا جاتا گویا قبیلے کا سردار اور سربراہ عدالت کے فرائض انجام دیتا اور کہیں عوام نے معاشرے کو مہذبانہ اور مساویانہ خطوط پر چلانے کے لئے مل بیٹھ کر قوانین وضع کیے تاکہ معاشرے کے ہر فرد کو قانون کی نظروں میں مساوی مقام حاصل ہو سکے۔

دنیا میں جتنی قومیں معرض وجود میں آئیں ان میں سے جنہوں نے عدالت کو مقدم سمجھا اور عدل و انصاف کو اہمیت دی وہ کامیاب و کامران رہیں اور دنیا کے افق پر درخشندہ و تاباں ستارے کی مانند چمکتی رہیں اور جنہوں نے عدل و انصاف کو ترک کر دیا وہ قومیں صفحہ ہستی سے اس طرح مٹ گئیں جیسے کوئی سیاہی کا دھبہ دھل جاتا ہے۔

ہر چیز کو بیان کرنے اور اس کی وضاحت کو درست طریقے سے قلمبند کرنے کے لیے اسکے لغوی معنوں سے واقفیت اشد ضروری ہے۔ عدالت کے فرائض و مقاصد اور اس کے بارے میں لکھنے اور جاننے کے لیے ہمیں سب سے پہلے عدالت کے لغوی معنی کو بیان کرنا ہے۔ لفظ عدالت جو کہ لفظ عدل کا ماخذ ہے اور عدل کے معنی ہیں سیدھا کرنا و برابر تقسیم کرنا۔ توازن قائم کرنا۔ دو چیزوں میں مساوات قائم کرنا۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس لیے اسلام نے عدالت جیسے اہم اور نازک مسئلے کو اس عمدگی سے بیان کیا ہے کہ جیسے اس میں ذرا برابر بھی تکلف اور مشکل نہ ہو۔ اسلام نے عدل کے فلسفے کو جس خوبصورتی سے زیب قرطاس کیا ہے۔ اس کی نظیر کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ عدالت کو استعمال کیا جاتا ہے انصاف کے لئے اور انصاف کا لفظ بہت حد تک عدل کا ہم معنی ہے۔ انصاف کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو دو برابر حصوں میں بانٹنا۔

حضرت داتا گنج بخش لکھتے ہیں کہ عدل کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے صحیح موقع و محل میں رکھنا۔ اس کی ضد میں لفظ ظلم استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو ایسی جگہ رکھنا جو اس کے مطابق اور اس کے لائق نہ ہو۔ امام غزالی کے ہاں بھی یہی معنی ملتے ہیں۔ عدل کے ساتھ کا ایک اور لفظ اعتدال ہے۔ جو عدل ہی سے نکلا ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں میانہ روی۔ یہ عدل کا وسیع تر مفہوم ہے۔ اس لحاظ سے عدل کے مقابل جو رکا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جو حد سے نکلنے کے معنی دیتا ہے۔ احادیث میں بجائے اعتدال کے اقتصاد کا لفظ آیا ہے۔ قرآن حکیم میں عدل کے لئے قسط کا لفظ بھی آیا ہے:

عدل نظام عالم کی جان ہے یہ وہ اصول ہے جس کے سہارے کائنات کا سارا کارخانہ چل رہا ہے۔ ہر شے ایک مقررہ مقدار میں ہے۔ کائنات کے سب اجزاء ایک مکمل توازن میں ہیں۔ اس توازن کو قرآن حکیم میزان کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اجزائے عالم کے درمیان ایک پختہ توازن ہے۔ اگر یہ توازن قائم نہ رہے تو کائنات کا نظام ٹوٹ جائے۔ مقداروں میں غیر طبعی کمی بیشی ہو۔ ایک شے دوسری کے دائرہ عمل میں داخل ہونے لگے چاند سورج کے حلقہ میں آ جائے اور سورج مریخ کی دنیا میں

اس دعوی کی صداقت اور حقانیت میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اسلام میں عدل و انصاف انسانی زندگی کے تمام شعبہ ہائے حیات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ جب خالق کائنات انصاف اور عدل کرنے کا حکم دیتا ہے تو اس کا مدعا اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ قانونی و تمدنی' اخلاقی' سیاسی' سماجی' نسلی' معاشرتی' معاشی' عدالتی زندگی میں ہر قسم کے حقوق و فرائض کو پوری دیانت اور امانت کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ادا کرتا ہے تاکہ کسی کو کسی پر بے جا اور ناحق فوقیت نہ دی جا سکے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

"اے ایمان والو! انصاف پر قائم ہو جاؤ۔ رضائے الٰہی کی خاطر انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ خواہ وہ گواہی تمہاری اپنی ذات کے خلاف ہو یا تمہارے والدین کے خلاف ہو یا عزیز رشتہ داروں کے خلاف ہو (فریق معاملہ) خواہ مالدار ہو یا غریب بہرحال اللہ تعالیٰ دونوں سے زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کا لحاظ کرو لہٰذا اپنی خواہشوں کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو اور اگر تم ہیر پھیر کرو (گول مول بات کہو) یا (سچائی) سے منہ پھیرو تو جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی (خوب) خبر ہے۔" اس آیت مبارکہ میں انتہائی اختصار کے ساتھ عدل و انصاف کے تمام امور کا ذکر کر دیا ہے۔ انصاف اور عدل کے سلسلے میں تمام رشتے اور تعلقات (ذات' والدین' رشتہ دار' دوست احباب' جماعتی اور غیر جماعتی وابستگی) غرضیکہ ہر اعتبار سے عدل و انصاف پر قائم رہنے کی تلقین کی ہے۔ خالق کائنات سے بڑھ کر اس کا کوئی نگہبان نہیں ہے۔ اس لیے نہ کسی فریق کو گواہی دینے اور انصاف کرنے والے کی جانبداری کی امید رکھنی چاہیے اور اس کی طرفداری کی توقع رکھنی چاہیے بلکہ دونوں فریق مدعی و دخیل ہو جائے اور کائنات کا شیرازہ بکھر جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عدل نے ہر چیز کی مقدار کو کانٹے کے تول مقرر کر دی ہے اور اس کا دائرہ عمل متعین ہے۔ انسانی بدن بھی عدل کا مرہون منت ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

"اے انسان! تو اپنے رب کریم سے بھٹک گیا جس نے تیری تخلیق کی پھر تجھے ہموار ترکیب دی اور پھر تجھ میں عدل قائم کیا۔ (سورۃ الانفطار)

عدل انسان کو سیدھی راہ پر چلاتا ہے اور افراط و تفریط یعنی کمی بیشی کرنے سے بچاتا ہے اسے عام لغت میں اعتدال کہتے ہیں۔ سورۃ النحل کی ایک آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنے بدن کو نیکی میں لگانا' نکما نہ رہنا اور دوسروں پر بوجھ نہ بننا عدل کا عین تقاضا ہے۔ دوسروں پر بوجھ بننا کو اس آیت میں اس مطلب کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ جیسے کسی سے آئے دن ادھار لینا اور اس کو واپس نہ کرنا ہے۔ اسلام میں عام طور پر اس کو قضاء کے معنوں میں کیا جاتا ہے۔

قرآن حکیم سراپا عدل ہے اور انسان کو میانہ روی سکھاتا ہے ارشاد خداوندی ہے۔ "تمت کلمتہ ربک صدقاوعدلاً" اللہ تعالیٰ کا کلمہ صدق و عدل میں کامل ہے۔

لہٰذا قرآن حکیم پر عمل کرنا عدل ہے اور گناہ کا مرتکب ہونا ظلم' قرآن حکیم میں گناہ کو اپنے ذات پر ظلم کرنے کے برابر بتایا گیا ہے۔ اعتدال اور میانہ روی کی اسلام میں جو اہمیت ہے. اس کے اندازہ کے لیے یہی جان لینا کافی ہے کہ اسلام کا ایک اور نام مذہب اعتدال بھی ہے اور امت مسلمہ کو قرآن حکیم میں امت وسط یعنی وسطی امت بھی کہا گیا ہے۔

مدعا علیہ کا معاملہ اس ذات مقدسہ کے سپرد کر دینا چاہیے کیونکہ وہ ہی بہتر کارساز ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی اس انداز میں ہو رہا ہے۔ "جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلے کرو بے شک اللہ تمہیں بہت اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے۔"

عدل میں کمال درجہ یہ ہے کہ انصاف کرنے والا دوست دشمن کی تمیز نہ کرے چنانچہ اس بارے میں واضح ارشاد ہے۔

"کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل و انصاف کے خلاف آمادہ نہ کرے تم (ہر صورت میں) انصاف کرو۔ کیونکہ یہ بات تقویٰ کے قریب ترین ہے (سورۃ المائدہ)

نبی کریمؐ کی انصاف پروری کا اس قدر شہرہ تھا کہ دین کے دشمن بالخصوص یہود آپؐ کے پاس اپنے تصفیے کبھی تو محض امتحان اور کبھی صحیح فیصلہ کے لیے لاتے چونکہ بعض اوقات تو ان کی غرض صرف یہ ہوتی تھی کہ آپؐ کی شہرت کو زک پہنچائیں۔ اس لیے وہ اپنے زیادہ مقدمے آپ کے پاس لاتے تاکہ کسی طرح آپؐ سے اپنی مرضی کے فیصلے حاصل کریں اور (نعوذ باللہ) کسی طرح آپؐ کو راہ حق سے ڈگمگا کر آپؐ کی شہرت کو زک پہنچائیں۔ اسی لیے قرآن حکیم میں ارشاد ہوا کہ آپؐ کو اختیار ہے چاہیں تو ان کے مقدمات کا فیصلہ کریں اور چاہیں تو انکار فرما دیں۔ لیکن جب فیصلہ کرنا ہی ہو تو عدل کو ملحوظ رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف پسندوں سے محبت رکھتا ہے۔

حضور اکرمؐ کو یہ حکم اسی لیے دیا جا رہا ہے کہ حق کے ساتھ فیصلہ کرنے سے عدل ظاہر ہوتا ہے اور عدل ہی کی وجہ سے یہ زمین و آسمان قائم ہے۔

رسالت مآب کے عہد مبارک میں تمام مقدمات کے فیصلے خود حضور اکرمؐ فرمایا کرتے تھے لیکن بعض اوقات آپؐ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعلیم و تربیت کے لئے مجتہدانہ صفات کے حامل جلیل القدر صحابہ کرام کو بھی تمام معاملات اور خصوصی طور پر قضا کے معاملہ میں اپنا فیصلہ صادر کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے اور قضاء اس قدر لازمی جزو ہے کہ ارشاد خداوندی کچھ اس طرح سے اس مسئلے کو بیان کرتا ہے کہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے صرف قضاء کے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ نے جلیل القدر اور فقیہ حضرت ابو موسیٰ الشعریؓ کو خط تحریر فرماتے ہوئے لکھا "قضاء" فریضہ محکمہ اور سنت متبعہ ہے یعنی فیصلہ اور قضاء کا قائم کرنا فرض قطعی ہے۔ اس میں نہ نسخ کا۔ نہ تخصیص کا اور نہ تاویل کی گنجائش ہے اور احکام دینیہ پر عمل کرنے کا وہ ایسا طریقہ ہے جس پر اتباع کرنا ہر حال میں واجب ہے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ

"دو آدمیوں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں آکر

دنیا میں جتنی قومیں معرض وجود میں آئیں ان میں سے جنہوں نے عدالت کو مقدم سمجھا اور عدل و انصاف کو اہمیت دی وہ کامیاب و کامران رہیں اور دنیا کے افق پر درخشندہ و تاباں ستارے کی مانند چمکتی رہیں اور جنہوں نے عدل و انصاف کو ترک کر دیا وہ قومیں صفحہ ہستی سے اس طرح مٹ گئیں جیسے کوئی سیاہی کا دھبہ دھل جاتا ہے۔

اپنا مقدمہ پیش کیا۔ آپؐ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے کہا۔ اے عمرو! ان کے درمیان فیصلہ کر دو۔ حضرت عمروؓ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ فیصلہ کرنا تو میرے بجائے آپ کا منصب ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں ہرچند اگرچہ ایسا ہی ہے حضرت عمروؓ نے فرمایا کہ اگر میں ان کے درمیان فیصلہ کر دوں تو مجھے کیا اجر ملے گا۔ آپؐ نے فرمایا ""اگر تمنے ان کے درمیان صحیح فیصلہ کیا تو تم کو دس نیکیاں ملیں گی اور اگر کوئی صحیح فیصلہ کرنے کی کوشش کے باوجود خطاء لاحق ہوئی تو تم کو ایک نیکی کا اجر ملے گا"" اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بلا خوف و خطر درست فیصلہ کرے گا اس کو دنیاوی عزت کے علاوہ اجر عظیم بھی ملے گا جو آخرت کے لیے ہو گا۔ اسی بات کو ایک شاعر نے بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

۔ تاجپوشی اسے زیبا ہے جسے آتا ہو
عدل و انصاف سے زمیں بھر دینا

عدل اور عدالت کے بغیر بے شک معاشرہ قائم نہیں رہ سکتا لیکن بعض معاملات میں احسان کا اصول عدل سے بڑھ کر مفید رہتا ہے۔ قرآن حکیم سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر تم پر کوئی ظلم کرے تو بے شک برابر کا بدلہ لو لیکن معاف کر دو تو یہ زیادہ بہتر ہو گا یہ احسان ہے احسان کی اجازت صرف مظلوم کو ہے۔ حاکم عدالت اپنی طرف سے کسی ظالم کو معاف نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی صفت رحمت ہے۔ وہ بے شک عادل ہے لیکن یہ اس کی سب سے بڑی صفت نہیں۔ عیسائیت اور اسلام میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک اللہ کی سب سے بڑی صفت عدل ہے اور مسلمانوں کے نزدیک رحمت یہی وجہ ہے کہ جب مسلمانوں کو دنیا میں عروج حاصل ہوا تو وہ ہر قوم کے لئے رحمت کے سفیر ثابت ہوئے۔

عدالت کے لیے جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ شہادت ہے اور کسی بھی معاملے کی سچی شہادت کلمہ حق کے برابر ہے۔ کلمہ حق کہنے کے لیے بہت زیادہ اخلاقی جرات کی ضرورت ہے۔ بلکہ ارباب اختیار کو تو بعض اوقات کلمہ حق پر بہت طیش آجاتا ہے اور وہ خوفناک سزائیں دینے پر اتر آتے ہیں۔ امام مالکؒ اور امام احمد حنبلؒ پر بھی ایسا ہی وقت گزرا لیکن دنیا کی کوئی مصیبت انہیں کلمہ حق سے نہ روک سکی۔

حضور اکرمؐ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا۔

"افضل الجہاد کلمتہ عدلٍ عند سلطانٍ جائرٍ"

(ظالم سلطان کے آگے کلمہ عدل کہنا افضل جہاد ہے)

بعض علماء نے اس حدیث کو کسی ظالم کے خلاف سچی گواہی دینے کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ جو کہ عدالت کو درست سمت گامزن کرنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ عدالتی فیصلوں کے بارے میں شارع اعظم علیہ الصلواۃ والسلام کی یہ حدیث یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض لوگ میرے پاس آکر چرب زبانی سے اپنے آپ کو سچا ظاہر کر کے اپنے حق میں ڈگری لے جاتے ہیں مگر انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ آگ پھانکتے ہیں۔

اسلامی عدل کی نگاہ میں رنگ و نسل، قبیلہ و خاندان، آزاد و غلام مرد و عورت اور امیر و غریب کی کوئی تفریق نہیں قوم قریش کی ایک معزز عورت نے چوری کا ارتکاب کیا۔ آنحضورؐ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے آپؐ کے پاس آپؐ کے چہیتے غلام حضرت زیدؓ کے بیٹے جناب اسامہؓ کو سفارش کے لیے بھیجا آپؐ کو اسامہؓ سے بہت محبت تھی۔ مگر یہ سن کر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم سے اگلی اقوام اس لیے ملیا میٹ ہوئیں کہ

بڑوں کے جرم کو معاف کر دیتی تھیں اور چھوٹوں کو سزا دیتی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ بھی یہ جرم کرتی تو یہی سزا دیتا۔ چنانچہ مجرمہ کا ہاتھ کاٹ دیا۔

اس حدیث میں بڑے اور چھوٹے سے مراد امیر و غریب تھے۔ کیونکہ اسلام سے پہلے کی اقوام اپنے امیروں کو تو سزا نہ دیتے اور اپنی رائے کے مطابق قانون کو تبدیل کر لیتے لیکن غریب کے لئے سخت سے سخت سزا تجویز ہوتی۔

آج مسلمان زوال پذیر ہیں اور یہ سب کچھ انہی غلطیوں اور امتیازات کا خمیازہ ہے جو کہ مسلمانوں نے اپنا لیے ہیں۔اب معاشرے میں وہی خامیاں پیدا ہو چکی ہیں جن کو اسلام میں منع کیا گیا ہے۔ اب معاشرتی اور سماجی نا انصافیوں کا دور دورہ ہے۔ اور عدالتیں اپنے اصل مقام کو بھول رہی ہیں کیونکہ اب عدالتیں بِکی اور خریدی جا سکتی ہیں۔ اب یہاں صرف اور صرف غریب کے لیے سزا ہے۔ آج جو ہم ترقی کرتے ہوئے بھی زوال کا شکار ہو رہے ہیں یہ سب اسی وجہ سے ہے کہ ہم اسلام' قرآن پاک اور رسول اکرمؐ کے بتائے ہوئے زریں اصولوں سے بھٹک گئے ہیں حالانکہ اگر آج بھی مسلمان انہی اصولوں پر عمل پیرا ہوں تو مسلمانوں کا عروج اور ان کا کھویا ہوا مقام ان سے دور نہیں۔

اس کی مثال ہمارے وہ عظیم بندے ہیں جنہیں تاریخ کے سنہرے بابوں میں سنہرے حروف میں یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہ بندے ہیں جنہوں نے ہندوستان پر شہنشاہیت بھی کی لیکن وہ خدا کے عاجز اور عادل بندے بھی بنے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہندوستان پر برسہا برس حکومت کی اور اسلام کو بے نظیر مذہب کے طور پر پیش کیا جنہوں نے عدل کے ساتھ اسلام کے دشمنوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا ان میں ہمایوں' اورنگزیب عالمگیر' جہانگیر' مامون الرشید' مرزا بابر' محمود غزنوی اور دیگر عظیم نام ہیں جو اسلامی عدل کو مثال بنانے کے لیے خود قاضی کے دربار میں پیش ہوئے۔

آج مسلمان اپنی عدالتوں میں وہ سب کر رہے ہیں جو دوسری قوموں کا شیوا تھا۔ اسی کو کچھ لوگ ترقی سے تعبیر کرتے لیکن ترقی کے لیے اسلام نے ایک واضح اور بے نظیر ضابطہ بیان کردیا ہے جس پر چل کر ہم اپنے معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعنوانیوں کو قابو کر سکتے ہیں۔

اس کو شاعر نے کیا خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

ترقی دے تو فطرت بھی جہانداری کے قابل دے
خدا بندے کو پہلے امتیاز حق و باطل دے

گناہوں کا علاج

حضرت شبلیؒ نے ایک حکیم سے کہا مجھے گناہوں کا مرض ہے اگر اس کی دوا بھی آپ کے پاس ہو تو عنایت کیجئے یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں اور سامنے میدان میں ایک شخص تنکے چننے میں مصروف تھا۔ اس نے سر اٹھا کر کہا شبلی یہاں آؤ میں اس کی دوا بتاتا ہوں۔ حیا کے پھول۔ صبر و شکر کے پھل عجز و نیاز کی جڑ غم کی کونپل۔ سچائی کے درخت کے پتے ادب کی چھال حسن و اخلاق کے بیج یہ سب لے کر ریاضت کے ہاون دستے میں گھوٹنا شروع کرو اور اشک پشیمانی کا عرق ان میں ملاتے رہو۔ ان سب دواؤں کو دل کی دیگچی میں بھر کر شوق کے چولہے میں پکاؤ جب پک کر تیار ہو جائے تو صفائے قلب کی صافی میں چھان لینا۔ اور شیریں زبان کی شکر ملا کر محبت کی تیز آنچ دینا جس وقت تیار ہو کر اترے تو اس کو خوف خدا کی ہوا سے ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا۔

حضرت شبلیؒ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ دیوانہ غائب ہو چکا تھا۔

ایمان بالآخرت

مولانا محمد اکرم اعوان

قرآن حکیم نے بنیادی طور پر ہی جو راہ متعین فرمادی ہے -اور جس کی ساری تشریحات ہیں ترغیب و ترہیب ہیں تو اسی راہ کو اختیار کرنے کے لئے- ثواب و عذاب کی بات ہے تو اسی راہ کو اختیار کرنے کے لئے اس راستے کا سنگ میل ہے ایمان ہے - بلکہ ایمان سے ترقی کر کے یقین بالآ خرت کا مطالبہ کیا ہے قرآن حکیم نے- سورہ فاتحہ وہ دعا ہے جو اس امت سے پہلے کسی امت کو تعلیم نہیں فرمائی گئی - خصوصیت ہے امت مرحومہ کی کہ بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اسے وہ دعا عطا فرمائی گئی جو محض اسی کا حصہ ہے -سارا قرآن کریم اسی دعا کا جواب ہے - اسی لئے اسے "فاتحہ الکتاب" کہتے ہیں. کتاب کا' کتاب اللہ کا دروازہ' کتاب اللہ کو کھولنے والی' کتاب اللہ کا افتتاح کرنے والی شے یعنی جو کچھ قرآن حکیم بیان فرماتا ہے وہ اسی کا جواب ہے- ایاک نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اسی کا جواب ہے ذلک الکتاب لا ریب فیہ اور پھر اللہ کریم اس میں وہ تعین فرماتے ہیں ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوۃ و مما رزقنھم ینفقون والذین یومنون بما انزل الیک و ما انزل من قبلک جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا اس پر ایمان لاتے ہیں اور غائبانہ لاتے ہیں چونکہ وہ حقائق جو من اللہ نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے ارشاد فرمائے وہ نبی علیہ الصلواۃ والسلام پر اعتبار کر کے ماننے پڑتے ہیں- تخلیق انسانی' انسان کا مکلف ہونا' اس کاجواب دہ ہونا' اس کے ساتھ فرشتوں کا ہونا' اس کی باتوں کا لکھا جانا- اسی طرح کارخانہ قدرت میں اس کے اعمال کا ضبط کیاجانا پھر موت کے بعد برزخ میں سوال و جواب یا عذاب و ثواب یا برزخ کے بعد میدان حشرمیں پھر کھڑا ہونا اس بارگاہ میں جواب دہی کرنا پھر اعمال پر جزا و سزا کا- یہ وہ حقیقتیں ہیں کہ جنھیں اپنی ظاہری کسی دلیل سے کوئی بندہ نہیں جان سکتا- جتنی ظاہری حسے ہیں کوئی چھو کر جاننا چاہے یا وہ اسے کسی طرح سے دیکھ کر جاننا چاہے یا کسی اور سے سن کرجاننا چاہے کوئی اور دیکھ کر کوئی اس پر دلیل نہیں ملتی سوائے اس کے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے بنی آدم کو اس کی اطلاع دی- اب یہ کوئی معمولی اطلاع نہیں ہے یہ کوئی قصہ کہانی نہیں ہے یہ کوئی ایسا واقعہ نہیں جو کسی پر بیت گیاتو مان لیا جائے بلکہ اس واقعہ کی بنیاد ماننے والے کی پوری زندگی کو اس کا بنا دیتی ہے- تو یہ یقین کس طرح آئے- چلو صحابہ کرام پر تو اللہ کا انعام ہوا کہ انھوں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا- زیارت نبویؐ نے ان کے قلوب کو آئینہ بنا دیا جس میں وہ سارے حقائق منعکس ہونے لگے اور انھیں اس سے زیادہ یقین حاصل ہو گیا جتنا سورج کو دیکھ کر کسی کو دن کا یقین ہوتا ہے-

اس سے زیادہ ان حقیقتوں کا یقین ان پر منقسم ہو گیا۔ بلکہ ایک صحابی کا واقعہ ملتا ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کیف اصبحت ہاں بھئی سناؤ کیا حال ہے آج کی صبح کیسی کی' کس حال میں کی ہے تم نے؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ایمان کے ساتھ تو آپ ﷺ نے فرمایا تجھے اتنا اعتبار ہے اتنا بھروسہ ہے اپنے ایمان پر تو کیا دلیل ہے تیرے پاس کہ تو نے ایمان سے صبح کی تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں جہاں کھڑا ہوں اپنی اس جگہ پر کھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں میدان حشر کو برپا ہوتے ہوئے لوگوں کو میزان پر جاتے ہوئے اہل دوزخ کو دوزخ میں گرتے ہوئے اور اہل

> ہونا' اس کے ساتھ فرشتوں کا ہونا' اس کی باتوں کا لکھا جانا۔ اسی طرح کارخانہ قدرت میں اس کے اعمال کا ضبط کیا جانا پھر موت کے بعد برزخ میں سوال و جواب یا عذاب و ثواب یا برزخ کے بعد میدان حشر میں پھر کھڑا ہونا اس بارگاہ میں جواب دہی کرنا پھر اعمال پر جزا و سزا کل یہ وہ حقیقتیں ہیں کہ جنہیں اپنی ظاہری کسی دلیل سے کوئی بندہ نہیں جان سکتا۔

جنت کو جنت میں جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اس سے زیادہ مجھے ایمان کی کیا دلیل چاہئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم کا قول ہے کہ مجھ سے اگر سارے حجابات ہٹادیئے جائیں میرے سامنے قیامت قائم کر دی جائے تو میرے لئے کوئی بات نئی یا نرالی نہیں ہوگی۔ یہ کچھ بھی میرے لئے حیران کن نہیں ہو گا۔ یہ کیفیت ان حضرات کو حاصل تھی صحبت نبویؐ کے طفیل۔ لیکن عجیب بات ہے اس راہ میں بھی بعض بڑے نازک مقام آتے ہیں۔ ایک آدمی تھا نبی علیہ السلام نے اسے کتابت وحی پر مقرر فرما دیا اور یاد رکھیں کاتبان وحی جو ہیں بڑے خاص لوگ ہیں' گنے چنے لوگ ہیں اور زیادہ جنہوں نے لکھا ہے ان میں سات نام ہیں صرف۔ ویسے سترہ اٹھارہ تک تعداد پہنچتی ہے۔ جنہوں نے کبھی کسی نے کوئی ایک آیت دو آیتیں یا زیادہ یا کم لکھا۔ مسلسل جن سے خدمت لی گئی وہ سات نام ہیں اور تیئس برسوں میں کم و بیش سوا لاکھ کے قریب صحابہ کا اجتماع حجتہ الوداع پہ تھا تو سوا لاکھ لوگوں میں تیئس برسوں میں اگر سات آدمی منتخب ہوئے تو اس کا مطلب ہے ان سات آدمیوں کا بہت بڑا اعزاز ہے بہت بڑا مرتبہ ہے بہت بڑا مقام ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ یہ جو رشتے جسے آپ ایمان کہتے ہیں۔ قرآن نے جسے ایمان کہا ہے اسے دوسری جگہ قرآن نے محبت بھی کہا ہے۔ والذین امنوا اشد حبا للہ جنہیں ایمان ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتے ہیں یعنی ایمان ہی محبت بھی ہے اور وہ محبت جو ایمان کہلائے وہ اللہ کی محبت ہے۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت ہے اور وہی محبت ایمان کہلاتی ہے لیکن محبت میں بھی بعض بڑے نازک مقام آتے ہیں محبت ایک ایسی عجیب کیفیت ہے کہ اس میں درگزر ہوتی رہے تو بڑے سے بڑے گناہ سے درگذر ہوتی ہے اور گرفت آجائے، ناراضگی بن جائے تو کسی ایک چھوٹی سی بات پہ جس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ عرف عام میں جس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اس پر بات بگڑ جاتی ہے۔ اس شخص کو حضور ﷺ نے کاتب وحی متعین کردیا اور کاتب وحی تو ہمہ وقت حضور ﷺ کے ساتھ رہتا تھا۔ اس قدر نسبت قوی ہو گئی اس کے قلب کی حضور ﷺ کے قلب اطہر کے ساتھ۔ کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں تخلیق انسانی کے مختلف مراحل ذکر کئے گئے ہیں تو حضور ﷺ ارشاد فرماتے جا رہے تھے وہ لکھتے جارہے تھے تو اس کا

آخر جملہ جو ہے۔ فتبرک اللہ احسن الخالقین یہ جملہ جیسے قلب اطہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوا تو اس کے قلب کو اتنا قرب اور اتنی نسبت حاصل تھی کہ اس کے قلب پر بھی وارد ہو گیا۔ اس نے قلب نبویؐ سے وہ جملہ اس کے دل میں بھی لے لیا اور جب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آگے لکھو فتبرک اللہ احسن الخالقین تو بندہ اس سے مرتد ہو گیا کہنے لگا یہ تو نبی نہیں ہے یہ بات تو میرے دل میں بھی آگئی تھی وہی انہوں نے بھی لکھا دی تو پھر اگر یہ نبی ہے تو میں بھی نبی ہوں اور اس پر وہ مرتد ہو گیا تو معاملہ محبت کا تو بہت ہی نازک ہے کہ کس عظمت پہ کس مقام پہ تھا پوری امت میں سات آدمیوں میں سے ایک وہ تھا امت محمدیہ ﷺ کی تعداد دیکھو اس میں بڑی بڑی ہستیوں کے نام نامی شمار کرو اکابر صحابہ کرام کو دیکھو۔ ابو بکر و عمرو عثمان و حیدر رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر قیامت تک آنے والے لوگوں میں بڑے بڑے اولیاء اللہ صوفیا' مجتہدین' ائمہ کبار' مفسرین اوران کھربوں انسانوں میں سات آٹھ آدمیوں میں سے وہ ایک ہوتا اور کتنا قرب نصیب ہو گیا تھا کہ جو آیت بارگاہ الوہیت سے قلب اطہر رسول ﷺ پہ وارد ہوئی تو اس کا دل اتنا قریب تھا کہ وہ جملہ اس کے دل پر بھی وارد ہو گیا۔ اس پر شکر ادا کرنے کی بجائے وہ برابری کا دعویٰ لے بیٹھا اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں چلا گیا تو یہ ایمان و محبت جو ہیں یہ رشتے نازک بھی بہت ہیں۔ محبت نہ ہو بات پہ یقین کیسے آئے اور بات پہ یقین نہ ہو عمل کون کرے؟ مانے کون؟۔ اس لئے قرآن حکیم نے اس کو پھر دہرایا ہے۔ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وہ لوگ جو آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں یقین رکھتے ہیں اور جو کتابیں آپ ﷺ سے پہلے نازل ہوئیں ان حقائق کو مانتے ہیں اس لئے کہ پہلی کتابوں نے بھی توحید باری' رسالت انبیاء' آخرت' بعثت' حشرو نشر' جزا و سزا کی ایک ہی بات کی ہے اور پھر خاص طور پر فرمایا وبالاخرۃ ھم یوقنون آخرت کو پھر دوبارہ دہرایا کہ آخرت پر انہیں یقین کامل حاصل ہو جائے۔ آخرت پر یقین کامل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی جو کام بھی کرتا ہے پھر وہ آخرت کے حوالے سے کرتا ہے۔ خرید و فروخت کرتا ہے۔ اس کی دنیوی ضرورت ہے۔ اسے روزی کمانا ہے۔ اسے وہ احتیاج ہے اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے۔ لیکن وہ یہ ضرور دیکھتا ہے کہ مجھے صرف زندگی نہیں جینا۔ مجھے آخرت میں اللہ کے حضور بھی جواب دینا ہے تو جو میں خرید و فروخت کر رہا ہوں کیا اس پہ کہیں اللہ کی ناراضگی تو نہیں ہو گی۔ تو دنیوی کام بھی جب آخرت کے حوالے سے آتا ہے تو وہ عبادت بن جائے۔ کسی سے صلح و جنگ' کسی سے دوستی دشمنی' ملکی انتظام و انصرام' سیاست' معیشت' اقتدار' معزولی زندگی کا کوئی شعبہ جس شعبے میں وہ جائے تو پہلے یہ دیکھنا ہے یہ کام میں کیوں کروں؟ اگر کروں تو کل میدان حشر میں اس کے بارے جب جواب دہی ہو گی تو کیا ہو گا؟ آپ اکابرین کی بات کو رہنے دیجئے ہم سمجھ ہی نہیں سکتے کہ ان کے منازل اور ان کے مقام کیا تھے؟ ہمارے علماء نے جو یہ سمجھتے ہیں کہ جی سیاست صرف بے دینوں اور بدمعاشوں کے لیے ہے اور کسی دین دار بندے کو حکومتی امور میں نہیں آنا چاہیے۔ حکمرانوں میں بھی ایسے عجیب لوگ گزرے ہیں جن کو صدیوں بعد برزخ سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہ راست حکم دینا پسند فرمایا اور کسی مولوی سے بات نہیں کی۔ مسلمان بادشاہوں میں بھی ایسے سلاطین گزرے ہیں آپ نورالدین زنگی رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ہی لے لیجئے۔ ایک واقعہ لے لیجئے کہ حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت کے حکمران حاکم مصر کو ارشاد فرمایا کہ بھئی مجھے دو کتے تنگ کر رہے ہیں اور اس کی خبر گیری کرو کسی مولوی سے نہیں کہا کیا اس زمانے میں علماء نہیں تھے کیا اس زمانے میں کوئی مفسر کوئی محدث نہیں تھا۔ کیا اس زمانے میں فقیہہ کوئی نہیں تھا۔ بڑے لوگ تھے اور بڑے بڑے نیک لوگ تھے اور بڑے بڑے اہل اللہ موجود تھے۔ صوفی موجود تھے۔ لیکن کوئی بات اس بادشاہ میں تھی کہ حضور ﷺ نے خطاب کے لیے اسے پسند فرمایا کسی دوسرے کو حکم دیتے جا کر بادشاہ کو یہ بات کہہ دے تو وہ بھی جا کر کہہ دیتا اور بادشاہ اس کی بھی اتنی ہی قدر کرتا لیکن کوئی صلاحیت اس شخص میں تھی۔ عیسائیوں اور یہودیوں نے مل کر ایک سازش کی انہوں نے دو بندے مقرر کیے کہ وہ مدینہ منورہ میں رہ کر نقب لگائیں اور جسد اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر اطہر سے نکال کر لے آئیں اور پھر ہم مسلمانوں سے کہیں گے کہ بھئی قبر کھول کر دیکھ لو تم کہتے ہو نبی ہے تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی۔ خراب نہیں ہوتا تو پھر قبر کھول کر دیکھو کہاں ہے تمہارا نبی اور کہاں ہے اس کا وجود؟ تو وہ دونوں مسلمان ہوئے پھر وہ حاجیوں کے روپ میں وہاں گئے پھر وہیں رہ گئے پھر وہ سارا دن حاجیوں کو پانی پلاتے اور مشقت اٹھاتے اس زمانے میں تو یہ گاڑیاں' ٹرک اور یہ نلکے وغیرہ نہیں ہوتے تھے تو مشکیزے رکھ کے کندھوں پہ تو سارا دن خدمت کرتے زائرین کی اور جو حرم میں آنے والے تھے لیکن رات کو گلی کے پار انہوں نے مکان لے رکھا تھا۔ رات کو گلی میں سے سرنگ لگاتے اور تھوڑی تھوڑی مٹی کھودتے رہتے اور صبح ان ہی مشکیزوں میں بھر کر لے جاتے۔ مٹی باہر گرا دیتے اور مشکیزے دھو کر پھر پانی سے بھر کے لے آتے۔ سارا دن پانی تقسیم کرتے رہتے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلطان نورالدین زنگی کو حکم دیا کہ دو کتے مجھے پریشان کر رہے ہیں۔ ان کی خبر لو۔ وہ پریشان ہو کر سمجھ نہ سکے میں اس قابل ہوں کہ واقعی مجھے یہ حکم دیا جا رہا ہے۔ دوسرے دن پھر تیسرے دن حضور ﷺ نے سختی سے فرمایا تو سلطان نے اپنے خاص دستے کو کوچ کا حکم دے دیا اور یہ ریکارڈ ہے کہ مصر سے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر پندرہ دنوں میں مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ اب یہ اس کا انتظام تھا رات دن سفر کر کے اپنا دستہ خاص لے کر پندرہ دنوں میں وہ شخص مدینہ منورہ مصر سے گھوڑے کی پیٹھ پر پہنچ گیا۔ بادشاہ ہی تھا اور اس نے کہا مدینہ کے ہر شہری کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔ اس نے کروڑوں درہم تقسیم کر دیے انعام کے طور پر' خیرات کے طور پر صرف اس بات پر کہ مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے اس قابل سمجھا کہ مجھ سے آپ ﷺ نے بات ارشاد فرمائی مجھے حکم دیا اور پھر یہ بھی تھا کہ وہ دو بندے جو تھے وہ حضور ﷺ نے انہیں دکھائے تھے وہ پہچان سکتے تھے۔ سامنے آئیں گے پہچان لوں گا۔ سارے لوگ گزر گئے وہ دو بندے ان سے پہچانے نہ گئے فرمایا یار کچھ لوگ رہ گئے ہیں کوئی نہیں رہ گیا امیر۔ نہیں یقیناً" کچھ لوگ رہ گئے ہیں۔ تلاش کی پتہ چلا وہ دو حاجی رہ گئے ہیں مغربی اور

آخرت پر یقین کامل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی جو کام بھی کرتا ہے پھر وہ آخرت کے حوالے سے کرتا ہے۔ خرید و فروخت کرتا ہے۔ اس کی دنیوی ضرورت ہے۔ اسے روزی کمانا ہے۔ اسے وہ احتیاج ہے اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے۔ لیکن وہ یہ ضرور دیکھتا ہے کہ مجھے صرف زندگی نہیں جینا۔ مجھے آخرت میں اللہ کے حضور بھی جواب دینا ہے

یں تو کوئی دلچسپی ہی نہیں انہیں انعام سے یا بادشاہ سے بھی کوئی دلچسپی نہیں اور وہ تو خدمت زائرین پہ لگے ہوتے ہیں اور انہیں انعام لینے سے بھی کچھ نہیں اس نے کہا ایسی کوئی بات نہیں جو بھی مدینے میں ہے میرے سامنے پیش کیا جائے۔ جب وہ پکڑ کر لائے تو انہوں نے پہچان لیا انہوں نے گرفتار کرا لیے جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا جی ہم یہ کر رہے ہیں وہ اپنے مکان پہ لے گئے انہوں نے وہ فرش ہٹایا قالین ہٹایا نیچے سے تختہ ہٹایا تو وہ سرنگ لے جا رہے تھے جو اس وقت روضہ اطہر کی دیوار تک پہنچ چکی تھی اور یہ یاد رکھیں جو روضہ اطہر ہمارے سامنے ہے یہ اصلی نہیں ہے بلکہ اصلی روضہ اطہر اس پوری سطح کے نیچے حضور نبی کریم صلعم کی قبر مبارک ابوبکر صدیق ؓ کی قبر مبارک اور سیدنا فاروق اعظم ؓ کی قبر مبارک اس اصل حجرے کے اندر ہے جو حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا تھا اس کے اوپر مٹی آ گئی اور اس کے اوپر یہ روضہ اطہر بنا ہوا ہے جس پر اوپر اس کے اندر اس اندازے سے جہاں نیچے قبور ہیں ان کے اوپر قبروں کے تعویز بنے ہوئے ہیں لیکن اصل قبور نیچے ہیں۔ سلطان نے انہیں سزا دی اور یہ نور الدین زنگی رحمتہ اللہ علیہ تھے جنہوں نے حکم دیا کہ روضہ اطہر کے گرد اس حد تک کھدائی کی جائے کہ پانی آ جائے تو ستر یا پچھتر فٹ یا اس سے کچھ زائد چاروں طرف کھدائی کی گئی اور اس کھدائی کے بعد سیدنا فاروق اعظم ؓ کے قدمین مبارک اس دیوار میں سے ظاہر ہوئے جو روضہ اطہر کی ایک سائیڈ سے وہ گرانا چاہتے تھے۔ چونکہ حضور ﷺ کی قبر مبارک اس انداز سے ہے کہ آپ ﷺ کے دوش مبارک کے برابر ابوبکر صدیقؓ کا سر ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کندھے کے برابر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سر ہے تو ان کے پاؤں مبارک دیوار میں چلے گئے تھے۔ وہ پتھر ہٹا تو پاؤں مبارک ننگے ہو گئے جن پر از خود نور الدین زنگی نے آگے آ کر پتھر لگا دیا۔ پانی کی سطح تک کھدائی کرا کے اس میں سات دھاتیں ملوا کر وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار نیچے سے لے کر اوپر تک بنا کر اس پر یہ لوہے کی جالی جو روضہ اطہر کے گرد ہے یہ نورالدین زنگی نے اس زمانے میں اس بنیاد پر بنوائی۔ جس کے گرد اب آپ جاتے ہیں یا جہاں سے آپ سلام عرض کرتے ہیں یا جو آپ کو یہ جنگلہ نظر آتا ہے یہ اس بادشاہ کا بنوایا ہوا ہے اور اس کی بنیاد نیچے اس سطح تک ہے جہاں پانی آ جاتا ہے۔ جہاں سے نیچے سے گزرنا ممکن نہیں۔ تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اس میں زندگی کا ہر شعبہ شامل ہے۔ اس میں سیاست بھی شامل ہے اور وہ سیاست بھی کرتے ہیں اس نقطہ نظر سے کہ آخرت میں اس پر کیا نتیجہ مرتب ہو گا۔ اس میں شہنشاہ بھی ایسے برگزیدہ گزرے ہیں جنہیں نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے خطاب کے قابل سمجھا اور یہ معمولی بات نہیں ہے کہ زمانے میں محدث، مفسر، صوفی، ذاکر ہر طرح کے لوگ موجود ہوں اور پھر نبی علیہ الصلوۃ والسلام ایک شخص کو خطاب کریں تو اس کا مطلب ہے کہ اس زمانے کا کامل شخص وہی ہے اور اب وہ بادشاہ تھا یعنی زندگی کا کوئی بھی شعبہ فیلڈ (Field) ہو وہ علم کا ہو، وہ جدید ٹیکنالوجی کا ہو وہ سائنس کا ہو میڈیکل کا ہو وہ بزنس کا ہو کوئی بھی شعبہ ہو ہر شعبے میں کام کرتے ہیں لیکن کام اس لئے نہیں کرتے کہ دنیا میں کیا ملے گا کام اس لئے کرتے ہیں کہ دنیا بھی بنے اور اس کے ساتھ آخرت میں سرخروئی حاصل ہو لیکن بنیاد اس کی اس بات پر ہے کہ آخرت پر یقین ہو وبالاخرۃ ھم یوقنون ان خوش نصیبوں کو یقین کا ذریعہ صحبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل تھی۔ صحبت نبوی ﷺ کا اپنا خاصہ تھا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
اور کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا
جو کبھی خود مردہ تھے وہ دنیا کو زندگیاں بانٹنے والے بن گئے اور جنکا اپنا کوئی نظم و نسق نہیں تھا انہوں نے دنیا کو انداز حکمرانی سکھایا اور جن کا اپنا کوئی گھر ٹھکانہ نہیں تھا۔ انہوں نے دنیا کو گھر بنانے سکھائے اور جو خود ظلم کا شکار تھے انہوں نے پوری دنیا کو انصاف سے آشنا کردیا۔ یہ سارے کمالات صرف ایک بات کے تھے اور وہ تھی محمد رسول اللہ صلعم کی صحبت۔ حضور ﷺ کا دیدار' آپ ﷺ کا جمال' آپ ﷺ کی برکات۔

آپ کی ذات ستودہ صفات وہ ہیں جس کو کبھی زوال نہیں۔ ایک عرب شاعر نے بہت خوبصورت بات کہی۔

افلت شموس الاولین و شمسنا
ابدا علی افق العلی لا تغربی

کہ تمام نبی سورج تھے ہدایت کے۔ ہر امت کا ایک سورج تھا۔ سورج طلوع بھی ہوئے سورج غروب بھی ہو گئے۔ لیکن ہمارا سورج طلوع ہوا ہمیشہ آسمان ہدایت پہ چمکتا رہے گا۔ اس نے غروب نہیں ہونا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے لئے خاتمہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ سے جاری ہونے والی ہدایت میں کمی نہیں آ سکتی۔

آپ ﷺ کی برکات میں کمی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی نبوت بھی ویسے ہی رہے گی جیسے پہلے تھی۔ آج بھی ہم پڑھتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہ کوئی نہیں پڑھتا کہ رسول تھے اور اگر پڑھے تو کافر ہو جائے گا۔ ایمان کے لئے آج بھی یہی ضروری ہے کہ پڑھا جائے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو جب اللہ کے رسول ﷺ آج بھی ہیں کل بھی ہیں تو آپ ﷺ کی برکات رسالت بھی پوری کی پوری موجود ہیں جو آج بھی وہ یقین عطا کر سکتی ہیں جو زندگیوں میں انقلاب پیدا کر دے اور اس آخرت کے یقین میں ایک عجیب قوت ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رستم کو لکھا تھا۔

آخری جرنیل جو مسلمانوں کے مقابلے میں میدان میں اتارا وہ رستم تھا اور رستم کافر تھا۔ آتش پرست تھا اور ایرانی سلطنت یا قصروی سلطنت کا مانا ہوا جرنیل تھا اور سب سے اعلیٰ درجے کا تھا یہ الگ بات ہے کہ آج ہمارے عام مسلمان بھی نام محمد رستم رکھتے ہیں اور اب یہ محمد پرویز بھی رکھ لیتے ہیں۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے ساتھ رستم کو یا پرویز کو کس طرح سے جوڑلیتے ہیں جب کہ یہ بدترین دشمن تھے محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے اسلام کے' دین کے شاید غریب جانتے ہی نہیں رستم کون تھا۔ پرویز کون تھا۔ ہم کون ہیں لوگوں کو اپنی اپنی شناخت بھی نہیں۔ By Accident مسلمانوں کے گھر پیدا ہو گئے مسلمانی گلے پڑ گئی اسے نبھا رہے ہیں اتنا تکلف بھی کوئی نہیں کرتا کہ مسلمانی کیا ہے؟ میں کون ہوں' اسلام کا مطالبہ مجھ سے کیا ہے کیا وہ میں کر رہا ہوں یا نہیں اس طرف کوئی کم ہی لوگ جاتے ہیں تو بہرحال رستم کو بڑا ناز تھا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا رستم انما معی قوم میرے ساتھ وہ لوگ ہیں یحبون الموت کمایحب الفارس الخمر جس طرح تیرے ایرانی سپاہی شراب پہ جان دیتے ہیں اس سے کہیں زیادہ انہیں موت محبوب ہے یہ زندگی سے زیادہ موت کے طلب گار ہیں یہ حکومت اور سلطنت سے زیادہ شہادت کے خواہش مند ہیں یہ اقتدار و اختیار سے زیادہ اللہ کی راہ میں جان دیتے

آئے ہیں اور جو مرنے کے لئے میدان میں اتر آئے اسے شکست دینا آسان نہیں ہوتا تم غلطی کر رہے ہو۔ وہ موت کے طلب گار اس لئے تھے کہ انہیں آخرت پر یقین تھا ایک میدان میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ سالار لشکر تھے اکابر صحابہ اس لشکر میں موجود تھے تابعین موجود تھے صفیں بن رہی تھیں ایک صحابی گھوڑے کو ایڑ لگا کر ابو عبیدہ ؓ کے پاس گیا۔ ابو عبیدہ وہ صحابی ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ امت کے ان دس لوگوں میں جن کے دنیا میں جنتی ہونے کا اعلان محمد رسول اللہ نے فرما دیا۔ ان نے کہا یا امیر! کئی سال ہو گئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بچھڑے حضور ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے ہم یہاں رہ گئے۔ میں تھک گیا مجھ سے برداشت نہیں ہوتا اور میں حضور ﷺ کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ آپ اس کی بات سمجھے کہ کتنا یقین ہے اسے آخرت پر۔ یہ ہے وبالآخرۃ ھم یوقنون کہ سالار لشکر سے کہہ رہا کہ میں جا رہا ہوں اب سننے والا وہ بندہ ہے جو پوری امت میں سے ان دس بندوں میں سے ہے جنہیں حضور نے سرفراز فرمایا جنت کی بشارت سے۔ انہوں نے انکار نہیں کیا کہ تم غلط کہہ رہے ہو یا تم پاگل ہو گئے ہو یا نہیں۔ اس نے کہا میرا بھی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرنا اور یہ عرض کرنا کہ حضور ﷺ نے جو وعدے فرمائے تھے خندق میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یمن کے خزانے تمہیں نصیب ہوں گے اور سارے قیصر کے خزانے تمہیں نصیب ہوں گے تو وہ میری طرف سے عرض کرنا کہ ابو عبیدہ عرض کر رہا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ نے وہ ساری چیزیں ہمارے قدموں میں ڈال دیں اور آپ ﷺ کے کئے ہوئے وعدے اللہ نے وفا کر دیے تو پیغام لے کر پلٹا لاکھوں سپاہ پر اکیلے نے پلٹ کر حملہ کر دیا کئی کو واصل جہنم کر کے شہید ہو گیا یہ ہے وبالآخرۃ ھم یوقنون اسے یقین ہے کہ تلوار کے نیچے سے گزروں گا تو برزخ میں جاؤں گا اور میرا اتنا رشتہ ہے محمد رسول اللہ سے کہ مجھے راستے میں کوئی نہیں روکے گا میں حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤں گا۔ مرنے دا سواد تے آیا نا یار۔ کیسے عجیب لوگ تھے کہ جینا تو جینا ان کا تو مرنا بھی اتنا مزیدار تھا۔ کہ حسرت آتی ہے۔ لاکھوں زندگیاں آدمی ایسی موت پہ قربان کر سکتا ہے جو یہ یقین دے دے کہ میں واقعی زندگی اللہ کی رضا کے لیے اور آخرت میں سرخرو ہونے کے لئے بسر کر رہا ہوں اور میرا اتنا رشتہ ہے محمد رسول اللہؐ سے کہ بس مروں گا تو مجھے کوئی نہیں روک سکے گا۔ کون ہوتا ہے منکر نکیر کون ہوتے ہیں حساب لینے والے۔ کس کی دوزخ کس کی جنت مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں جانا ہے۔ میں آپ ﷺ کی صحبت کے لئے ترس رہا ہوں۔ میں بات سننے کو ترس گیا۔ اس یقین کا مطالبہ کرتا ہے قرآن حکیم اور فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو فلاح نصیب ہو گی جنہیں آخرت پر یقین ہے۔ عزیزان گرامی! ساری محنتیں سارے وظیفے سارے ذکر ساری عبادتیں ساری تسبیحات' خیرات و صدقات حج ہو یا عبادات اس ایک یقین کے لئے ہیں کہ ہمیں آخرت پر یقین آ جائے او

وطن عزیز میں چودہ کروڑ مسلمان بستے ہوں اور نظام کافر کا چل سکتا ہے۔ چودہ کروڑ آخرت کو ماننے والے ہوں اور وہاں معاشی نظام سود کا چل سکتا ہے وہ چلنے دیتے ہیں۔ چودہ کروڑ مسلمانوں کو یہ یقین ہو کر مجھے کل جواب دینا ہے تو جو کچھ ظلم یہاں ہو رہا ہے یہ ہو سکتا ہے۔ ممکن نہیں ہے۔

مزے کی بات ہے کہ ہمارے پاس اسی کی کمی ہے ہم ہر قدم جو اٹھاتے ہیں اس میں اغراض دنیوی ہوتی ہیں۔ خواہشات نفسانی ہوتی ہیں۔ حصول اقتدار ہوتا ہے۔ حصول زر کی خواہش ہوتی ہے۔ شہرت کی خواہش ہوتی ہے اور عجیب بات ہے اپنی ذات کی اور اپنی انا کی اتنی اہمیت بن گئی اس دور میں آ کر کہ آپ حکمران سے لے کر خاکروب تک جس کی بات سنے وہ اپنی بڑائی کا دعویدار ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک خاکروب ہے جھاڑو ہاتھ میں ہے۔ چوراہے پر کھڑا ہے آپ بات کریں وہ کہے گا میرے مقابلے کا کوئی دوسرا چوڑا نہیں ہے۔ اسے اپنی بڑائی کی فکر پڑی ہوئی ہے۔ یعنی وہ وہاں بھی اپنی بڑائی میں اسیر ہے اور کسی کو یہ خیال آئے کہ بڑائی تو اللہ کو سزاوار ہے۔ العزۃ للہ ولرسولہ وللمومنین یہ تو طے شدہ قانون ہے بھئی عزت اللہ کے لیے ہے اللہ کے رسول ﷺ کے لئے ہے اور دنیا و آخرت میں کسی کو عزت ملے گی تو اسے حضور ﷺ کی اطاعت کر کے ایمان لا کر یقین حاصل کر کے نصیب ہو گی ورنہ۔ اللہ اگر مسلمانوں کو آج اس یقین کی دولت سے نوازے تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ وطن عزیز میں چودہ کروڑ مسلمان بستے ہوں اور نظام کافر کا چل سکتا ہے۔ چودہ کروڑ آخرت کو ماننے والے ہوں اور وہاں معاشی نظام سود کا چل سکتا ہے وہ چلنے دیتے ہیں۔ چودہ کروڑ مسلمانوں کو یہ یقین ہو کہ مجھے کل جواب دینا ہے تو جو کچھ ظلم یہاں ہو رہا ہے یہ ہو سکتا ہے۔ ممکن نہیں ہے۔ ہم ساری کوشش باقی تو کرتے ہیں کرنی چاہئے اچھی بات ہے۔ ہر نیک آدمی کو ہر سمجھدار مسلمان کو چاہئے اس باطل نظام کے خلاف کوشش کرے لیکن جب تک وہ یقین حاصل نہ ہو گا ہم اس نظام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جب تک یقین بالآخرت نصیب نہیں ہو گا ہم ظلم نہیں روک سکیں گے بلکہ ظلم کا حصہ بن جائیں گے۔ ظلم کرنے والے بن جائیں گے۔ ظلم روکنا بہت دور کی بات اور یہ نہیں ہے ہمارا یہ عجیب حساب ہے کہ ہم دوسروں کا تجزیہ کرتے ہیں۔ اپنا تجزیہ کیجئے۔ اپنا محاسبہ کیجئے۔ اپنے دل کو ٹٹولیے اس میں آخرت کا کتنا یقین ہے اسے اللہ کے حضور پیش ہونے کا کتنا خوف ہے۔ اپنے کاموں کا جائزہ لیجئے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں کیا یہ واقعی آخرت کے لئے ہے اور آخرت کے لئے یہ کیا جا سکتا ہے۔ آج بھی اگر ہم وہ ایمان پیدا کر لیں کہ ہمیں یقین ہو کہ یار کٹنے دو سر کو۔ پھٹنے دو سینے کو' لگنے دو گولی۔ موت آئے گی تو حضور کے پاس جائیں گے۔

پھر ہمیں کوئی نہیں روک سکے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت وہ امریکہ ہو یا روس ہو یا کمیونزم ہو یا سوشلزم ہو دنیا کی کوئی طاقت آپ کے راستے میں حائل ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ جب آپ کو آخرت پہ یقین نصیب ہو جائے اور موت زندگی سے عزیز تر ہو جائے اور یہی نجات کا راستہ ہے۔ اللہ ہمیں ہمت دے کہ ہم اپنا محاسبہ کر سکیں۔ اپنے لئے راہ متعین کر سکیں اور اللہ ہمیں اس نعمت سے مالا مال کرے۔

استغراق

استغراق ایک کیفیت ہے۔ اس کی صحیح حقیقت تو مستغرق کو ہی معلوم ہوتی ہے۔ مگر اتنا بیان کیا جاسکتا ہے کہ اس میں جسم کی مادی آنکھیں محوِ خواب ہوتی ہیں۔ مگر قلب بیدار ہوتا ہے۔ آدمی باتیں سنتا ہے۔ وضو ٹوٹ جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح بیداری میں معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ استغراق میں قلب ماسوائے اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے اور انوار و تجلیات میں مستغرق ہو جاتا ہے ـــــ دلائل السلوک

نسخہ زکام۔ الرجی اور سانس

تین گلاس پانی میں ایک چٹکی نمک ڈال کر ڈھکن اُوپر رکھ کر درمیانی آنچ پر ۲۵ منٹ اُبال کر اُتار دیں اور ڈھکن اُتارے بغیر ۲۵ منٹ پانی کو ٹھنڈا ہونے دیں۔ پھر آرام سے اوپر سے ایک گلاس ڈال کر پی لیں نیچے والا مواد پھینک دیں۔ ۲۴ گھنٹے میں ۳ سے ۵ بار۔ ۲ ہفتے استعمال کریں۔

ضرورت اساتذہ برائے

صقارہ اکیڈمی دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

اُردو۔ عربی اور کیمسٹری کیلئے ماسٹر ڈگری یا متعلقہ مضمون کا تجربہ رکھنے والے ریٹائرڈ اساتذہ کی ضرورت ہے

تنخواہ اور دیگر مراعات

(ا)۔ تنخواہ حکومتی سکیل کے مطابق (ب)۔ فری سنگل رہائش بمعہ ہاؤس رینٹ (ج)۔ اکیڈمی مس میں کھانے کی رعایتی سہولت (د)۔ ذاتی تربیت کا سنہری موقع

پرنسپل صقارہ اکیڈمی دارالعرفان۔ منارہ ضلع چکوال۔ فون 05776/2745

صفارہ اکیڈمی منارہ ضلع چکوال

داخلہ جماعت ہشتم سیشن 1998ء

تحریری امتحان: 22 مارچ ۱۹۹۸ء بروز اتوار

انٹرویو: بوقت 10 بجے صبح

صفارہ اکیڈمی کی چند خصوصیات

1 راولپنڈی بورڈ سے منظور شدہ۔
2 مروجہ نصاب کے علاوہ دینی تعلیم سے آراستہ تعلیم و تربیت۔
3 قومی ایوارڈ یافتہ قاری کے زیر نگرانی تجوید و قران کا بندوبست۔
4 پچھلے نو سال سے راولپنڈی بورڈ میں متواتر سو فیصد نتائج کا حامل منفرد ادارہ۔
5 بورڈ کی پہلی تین پوزیشنوں میں ہر سال پوزیشن لینے کا اعزاز۔
6 اعلیٰ تعلیمی معیار کے اعتراف میں "نیشنل ایوارڈ" کا اعزاز۔
7 اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تجربہ کار اساتذہ۔
8 روحانی اور جسمانی تربیت کا خصوصی انتظام۔
9 فوجی خطوط پر استوار نظم و ضبط۔
10 مارشل آرٹس اور کھیلوں کی لازمی تربیت۔
11 ہاسٹل کی سہولت۔
12 کوالیفائڈ ایم بی بی ایس ڈاکٹر کی ہمہ وقت موجودگی۔

نوٹ: 1 رات کے قیام کے لئے 5 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت کے مطابق بستر ہمراہ ہو۔
2 المرشد کے قارئین سے گزارش ہے کہ اس اشتہار کو فوٹو اسٹیٹ کرکے زیادہ سے زیادہ مشتہر کریں۔

MONTHLY
AL-MURSHED
CPL # 3

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کی دلکش
تحریریں قرآن کریم کی ایک منفرد انداز تفسیر۔ کہ قرآن
کریم کو سمجھانہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بنا دیا ہے
پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ لگائیے۔ اب تک
نو (۹) جلدیں چھپ چکی ہیں۔ آرٹ پیپر پر مجلد
اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہیں

اویسیہ کتب خانہ
اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY, COLLEGEROAD
TOWNSHIP LAHORE. PH: 5180467